بافیض شخصیت

حضرت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب قاسمی علیہ الرحمہ

حیات اور خدمات کے آئینہ میں

مرتبین:

مولانا فتح محمد ندوی کھجناوری

مولانا محمد سلمان رحیمی

ناشر:

جامعہ حضرت فاطمۃ الزہری رضی اللہ عنہا عماد پور ضلع سہارنپور (یوپی)

1

اظہارِ تشکر

میرے دادا محترم ولیٔ کامل حضرت اقدس الحاج مولانا محمد ایوب صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہٗ کا سانحۂ ارتحال ہمارے پورے اہل خانہ کے لیے خصوصاً والد محترم حضرت مولانا محمد طیب قاسمی مدظلہم العالی کے لیے بڑا جاں گداز ہے، ہم سب کے لیے اس حادثہ کی سنگینی اس بڑھ جاتی ہے کہ دو سال قبل میرے بڑے بھائی مولانا محمد عثمان صاحب رحیمی صرف ۲۲؍سال کی عمر میں ہمیں داغِ مفارقت دے گئے، ان کی یادوں اور جدائی کے غم کو ہم پوری طرح بھلا بھی نہیں پائے تھے کہ ہمارے حصہ میں دادا مرحوم کا غم آ گیا، جب بھائی صاحب کا اچانک حادثہ میں موت کا سبب مقدر بنا تو دادا مرحوم نے بڑی ہمت و استقامت اور صبر کا مجسم پیکر بن کر ہمیں اس عظیم سانحہ کو صبر وشکر کے ساتھ برداشت کرنے اور خدا کے ہر فیصلہ پر راضی رہنے کی تلقین فرمائی۔

میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دادا مرحوم کی ذات ہمارے گھنے سایہ دار درخت کی مانند تھی، بلکہ ان کے منور چہرے کا دیدار ہمارے ہزار غم اور پریشانیوں کا مداوا تھی، اب ان کا مبارک وجود اور سایہ اٹھ گیا، غموں کی اس تمازت میں، اب والد محترم کی تنہا ذات رہ گئی، کل تک ان کے سروں پر دادا مرحوم کا ہاتھ تھا، لیکن اب ان کی وہ ڈھارس جس کے ارد گرد ان کی زندگی گھومتی تھی، جن کے بھروسہ والد صاحب ابھی بہت سے معاملات میں آزاد اور بے فکر تھے، اب وہ بھی والد کے اس عظیم سایہ اور مبارک ذات سے محروم ہو گئے، تاہم ہمیں یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت و مصلحت سے خالی نہیں، ہم ہر اعتبار سے کمزور ہیں، ہماری سوچ اور عقل کے دائرے محدود ہیں اور سطحیں ہیں، اس حوالے سے ہمارے غم اور خوشی کے تمام

احساسات وجذبات اسی محدود اور تنگ دائرے کے حصار سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر ہر وقت راضی برضا رہنا چاہئے۔

ہمارے دادا محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ کی کوہ پیکر شخصیت ہمارے لیے خیر کثیر کا اعلان تھی، میرے بڑے بھائی مولانا محمد عثمان رحیمی مرحوم اور میں نے تعلیمی زندگی کے اکثر مرحلے دادا مرحوم کی صحبت ہی میں رہ کر پورے کیے، آپ کی تربیت کا ایک خاص انداز تھا، وہ کبھی بھی اور کسی بھی سخت اور سنگین مسئلے پر ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے درگزر سے کام لیتے تھے، دراصل آپ کے سامنے آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ رہتا تھا، جس طرح آپ ﷺ ہمیشہ بچوں کے ساتھ محبت، شفقت، نرمی اور رحم دلی کا معاملہ فرماتے تھے، آپ ﷺ کے اسی اتباع اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دادا محترم بھی بچوں پر شفقت اور محبت فرماتے، دراصل اسوۂ نبوی کے سانچے میں ڈھلا ہوا مزاج صرف چند چند معمولات کے دائرہ تک محدود نہ تھا، بلکہ زندگی کے ہر پہلو اور ہر باب میں اتباعِ سنت کا جذبہ موجود تھا، بقول حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ اتباعِ سنت بس اسی کا نام نہیں کہ وضع قطع مطابق سنت کر لی جائے، بلکہ کامل اتباع یہ ہے کہ فکر ونظر اور جذبات واحساسات بھی ذوقِ نبوی کے تابع ہو جائیں۔ (تذکرہ سلیمان: ۲۳۴)

مزید ہماری زندگی کی یہ خوش نصیبی تھی کہ ہماری تربیت بچپن ہی سے دادا مرحوم کے سایۂ شفقت میں ہوئی، اس حوالے سے ان کی تربیت کا عنوان ہماری زندگی میں انگوٹھی میں نگینے کی طرح ہے، یقین کامل ہے کہ ان کی تربیت آنے والی زندگی میں روشنی کا کام دے گی۔

دلی خواہش تھی کہ دادا مرحوم کا عقیدت نامہ مرتب کیا جائے، جس میں ان کی زندگی کے کچھ پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے، تا کہ ان کی زندگی کے نقوش آنے والی نسلوں

کے لیے نشانِ راہ ثابت ہوں، اس کام کے آغاز کے لیے ہم نے اپنے والد محترم جناب مولانا محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہ العالی سے مشورہ طلب کیا، والد محترم چونکہ ان کے نہ صرف مضبوط جانشین اور روحانی خلیفہ ہیں، بلکہ انہوں نے دادا مرحوم کے فکر وخیال اور سیرت وکردار کو اپنے اندر اس طرح جذب کرلیا تھا کہ ایک خون دو پیکر کی زندہ مثال بن گئے، بہرکیف والد محترم کی دعاؤں سے فتح محمد ندوی کی ذمہ داری میں اس اہم کام کا آغاز ہوا اور کامیابی کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچا۔

آخر ہم اس ادنی سی کاوش کی خوبصورت تکمیل پر سب سے پہلے بارگاہِ ایزدی میں ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں، کہ دادا مرحوم کی شخصیت پر یہ کام اسی کے فضل سے بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچا، یہاں ان تمام شخصیات کا بھی شکر ناگزیر ہے، جن عہد ساز شخصیتات، مشائخ اور اہل قلم حضرات کی سوانحی تحریروں سے اس نگارشات کو اعتبار ملا، خصوصاً استاذ الاساتذہ ولی مرتاض حضرت اقدس مولانا محمد طاہر صاحب مظاہری شیخ الحدیث جامعہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، حضرت مفتی خالد سیف اللہ صاحب گنگوہی، حضرت مولانا محمد شمعون صاحب مظاہری استاذ حدیث جامعہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، مفتی محمد انصار صاحب مظاہری استاذ حدیث جامعہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، مفتی فیضان اللہ صاحب قاسمی استاذ حدیث جامعہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، مولانا محمد فرقان صاحب وغیرہ کے شکر واحسان مندی کے ساتھ مشفق ومربی والد محترم کے بھی شکر گزار ہیں کہ ان کی مسلسل رہنمائی اور دعاؤں کی برکت سے حوصلہ ملتا رہا ہے۔

بلا مبالغہ اس کتابچہ میں اختصار کے ساتھ دادا مرحوم کی شخصیت کی کچھ بنیادی جہتیں اور عناصر واضح پیکر میں متشکل ہوکر آگئے، جو قاری کے ذہن اور فکر وخیال میں ان کی شناخت کا وسیلہ ثابت ہوسکتے ہیں، بارگاہِ خداوندی میں اس کی شرفِ قبولیت

کے لیے تمام احباب اور اکابر و مشائخ سے دعاؤں کی گزارش ہے، ہماری طرف سے تشکر اور احسان مندی کے وہ حضرات بھی پورے مستحق ہیں جنہوں نے اظہارِ تعزیت کے لیے

PEERJI HAFIZ
HUSAIN AHMAD
QADRI MUJADDIDI

حافظ پیر جی حسین احمد قادری مجددی

مکرم ومحترم حضرت مولانا محمد طیب صاحب زید مجدکم العالی سرپرست ''جامعہ حضرت فاطمہ'' عالم پور، رائے پور، ضلع سہارنپور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! حضرت مولانا قاری محمد ایوب صاحب قاسمیؒ استاذِ حدیث وسابق صدر المدرسین مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے ارتحال کی اندوہ ناک خبر ملی تو دل ودماغ پر گہرا اثر ہوا کہ علم دین کے میدان کا ایک شاہ سوار اس دارِ فانی کو الوداع کہہ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

فقیر نے حاضری کی بارہاں کوشش کی لیکن طبیعت کی علالت، اور اطباء کی طرف سے سفر پر پابندی، اور دیگر مصروفیات کی بناء پر حاضری مقدر نہ ہوسکی، طویل انتظار کے بعد چند سطر ارقام کررہا ہوں۔

قابل طمانینت ہے کہ حضرت مولانا نے پوری زندگی دین حق کی خدمت میں صرف کی ہے، اور طالبان علوم دینیہ کو علوم شرعیہ سے آراستہ کرتے رہے، اور ''قال اللہ وقال الرسول'' کو اپنی زندگی کا مقصد اولیٰ بنائے رکھا، آپ کی محنتوں وکوششوں اور خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے، آپ کی رحلت امت کیلئے ایک نا قابل تلافی نقصان ہے، آپ کیلئے ایصال کیا گیا، اور انشاء اللہ تعالی آئندہ بھی جاری رہے گا۔

غم کی اس گھڑی میں یہ فقیر دعاء گو ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کی خدمات کو قبول فرمائے، اور جنت میں ان کے درجات کو بلند کرے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کے علمی فیض کو جاری وساری رکھے۔

اس سے قبل بھی ایک خط تحریر کیا تھا، امید تھی کی جلد ہی حاضر ہوکر ملاقات کروں مگر ہمت نہ ہونے کی بنا پر دوبارہ خط تحریر کرنا پڑا، ان شاء اللہ تعالیٰ صحت یاب ہونے پر حاضر بھی ہوں گا۔ فقط

میرے والد میرے مرشد میرے استاذ

از: مولانا محمد طیب صاحب قاسمی خادم جامعہ حضرت فاطمہؓ عالم پور رائے پور

خاندانی سلسلہ: ہمارا خاندان جیسا کہ بڑوں سے سنا ہے چند صدی قبل ہی اسلام میں داخل ہوا تھا، کسی وقت یہ خاندان جالندھر کے کسی مقام سے منتقل ہو کر موضع گلاب گڑھ متصل خضر آباد پنجاب حال ہریانہ منتقل ہو گیا تھا، اس غیر مسلم خاندان میں سے ایک شخص کو حق تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرمائی کہ وہ مشرف باسلام ہو گئے، پھر وہ حلقہ اسلام ہو کر گلاب گڑھ سے منتقل ہو کر عالپور متصل رائے پور آ کر مقیم ہو گئے، ان کا نام عماد الدین رکھا گیا، اسی مناسبت سے ہماری اس بستی کا نام بھی عماد پور رکھا گیا تھا، اب یہ خاندان ایک بڑی تعداد پر مشتمل ہے، جس میں بحمدہٖ تعالیٰ بہت سے علماء وحفاظ اور صلحاء پیدا ہوئے، حق تعالیٰ مزید برکات سے نوازیں، آباد اور شاد رکھے۔

والد صاحب کی پیدائش

میرے والد محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قاسمی نور اللہ مرقدہ ۲۰؍محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵؍دسمبر ۱۹۴۶ء گاؤں عماد پور میں پیدا ہوئے، ہمارا خاندانی نسب مندرجہ ذیل ہے: محمد طیب بن محمد ایوب بن محمد تقی مرحوم بن دین محمد مرحوم بن جمعیت علی مرحوم۔ آگے کا نسب تاریخ کے اندھیروں میں گم ہو گیا۔

بندہ کے پردادا دین محمد مرحوم قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے خاص مسترشدین میں شامل تھے، جن کو گاؤں کے لوگ مومن کہا کرتے تھے، حتیٰ کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا کہ بعض غیر مسلم بھی ان کو مومن

کہتے تھے، ان کی کرامات یوں تو بڑوں سے متعدد سننے میں آئی، لیکن دو واقعہ درج کر رہا ہوں:

ایک تو یہ ہے جس کو والد محترم کی پھوپی نے سنایا تھا کہ جس رات میں حضرت رائے پوری کا پیلوں میں انتقال ہوا، اُس رات میں ہمارے والد گھاڑ کے علاقہ کے ایک گاؤں کوٹھڑی میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ ان کو خواب میں بتلایا گیا کہ تمہارے حضرت کا انتقال ہو گیا ہے، پردادا مرحوم فوراً پیلوں کے لئے روانہ ہو گئے اور خواب جس وقت دیکھا تھا وہی انتقال کا وقت نکلا۔

دوسرے واقعہ کی روایت کرنے والی بھی والد مرحوم کی پھوپھی مرحومہ ہیں اور میرے پر ایک دادا ملّا عظیم الدین مرحوم جو حضرت مولانا میر باز خان سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کے مسترشدین میں سے تھے، انہوں نے بھی بیان کیا کہ پردادا دین محمد مرحوم کو ایک مرتبہ پیشاب کا بند پڑ گیا تھا، سہارنپور ہسپتال میں آپریشن کے لئے لے گئے، لیکن ہسپتال والے آپریشن میں تاخیر کر رہے تھے کہ میاں صاحب یعنی حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کی شکل وصورت کے کوئی بزرگ ہسپتال میں تشریف لائے اور ہسپتال والوں کو تنبیہ کی کہ ہمارے آدمی کا آپریشن کیوں نہیں کرتے، یہ فرما کر چلے گئے، پھر ہسپتال کے ڈاکٹروں نے کوئی بہانہ اور تاخیر نہیں کی بلکہ جلدی سے آپریشن کر دیا۔ بہر حال پردادا مرحوم کے بزرگوں سے تعلق کے وسیلے سے حق تعالیٰ شانہ نے پردادا کی اولاد میں علم دین کی دولت عطاء فرمائی، مرحوم کے خاندان میں متعدد علماء وحفاظ پیدا ہوئے، حق تعالیٰ تا دیر اس نعمت عظمیٰ کو جاری وساری رکھے مزید ہمیشہ اس کی قدردانی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

تعلیم کا آغاز

میرے والد محترم کی عمر جب تقریباً سات سال کے آس پاس ہوئی، تو گاؤں کے مدرسہ تعلیم القرآن میں تعلیم کے لئے داخل کرایا گیا، مسجد کے امام اور مدرسہ کے استاذ حضرت حافظ امیر حسن رحمہ اللہ تھے، جنہوں نے تقریباً چالیس سال مسجد کی امامت اور خدمات کے فرائض انجام دیے، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جب اہلیانِ عماد پور کی تعمیل حکم میں عماد پور کی مسجد کی امامت کا ارادہ کیا، تو رائے پور قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت کو بتلایا کہ عماد پور والے مسجد کی امامت کے لئے فرمائش کررہے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ مسجد کی امامت وخدمت بھی کرنی ہے اور ساتھ ہی بچوں کو پڑھانا بھی ہے، چنانچہ حضرت حافظ صاحب نے جہاں مسجد کی امامت وخدمت کی تو اس کے ساتھ ساتھ بچوں کی تعلیم پر اتنی توجہ دی کہ گاؤں میں کوئی بچہ یا بچی نہ خواندہ نہ رہے اور آپ کے مدرسہ سے متعدد حفاظ فارغ ہوکر قرآنِ کریم کی خدمت مین مشغول ہوئے، انہیں میں سے کئی ایک تو عالم وفاضل ہوئے اور بحمدہ تعالیٰ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطاء فرمائے۔

میرے والد محترم کے استاذ حضرت حافظ امیر حسن رحمہ اللہ نے اپنی زندگی بڑی خودداری اور محتاط ہوکر گزاری، آپ کی احتیاط کا حال یہ تھا کہ گاؤں میں کوئی امام کی دعوت کرتا کہ جس میں امام کو گھر پر بلانے کی خواہش ہوتی ہے، تو عام طور پر اپنا کھانا مسجد ہی میں منگواتے اور کوشش یہی رہتی کہ دعوت وغیرہ کسی کے گھر جاکر نہ کھائی جائے، البتہ دعوت عامہ جیسے ولیمہ وعقیقہ وغیرہ کی دعوت میں چلے جاتے تھے، ۱۹۸۷ء میں بیمار ہوکر گھر پر تشریف فرما رہے، ۱۹۹۰ء میں راہی ملک بقا ہوگئے۔

حفظِ قرآنِ کریم کی تکمیل

۱۹۵۹ء کے آس پاس والد صاحب نے قرآنِ کریم حفظ مکمل کیا اور اسی شوال المکرم ۱۳۷۹ھ میں آپ کے استاذ آپ کو جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں داخل کرانے کیلئے لے کر گئے، اشرف العلوم میں والد صاحب نے چار سالہ قیام کے زمانہ میں سال اول فارسی سے لیکر شرح جامی بحث فعل سال سوم تک کتابیں پڑھی اور قرآن کریم کا اجرا کیا۔

جامعہ اشرف العلوم گنگوہ کے اساتذہ

آپ کے اشرف العلوم کے اساتذہ مندرجہ ذیل ہیں: (۱) حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہیؒ بانی و مہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، جنہوں نے قرآنِ کریم کا اجراء مع حفص کرایا، حضرت قاری صاحب کا ذوق تھا کہ ہر سال کچھ طلبہ کو قرآنِ کریم کا اجراء کرایا کرتے تھے، (۲) حضرت مولانا شبیر احمد فتحپوری رحمہ اللہ جن سے حمد باری سے لیکر کریما و سعدی تک فارسی کی کتب اور سالِ سوم میں نور الایضاح و مختصر القدوری وغیرہ کتب پڑھیں، (۳) حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری رحمہ اللہ جن سے پند نامہ سے لیکر شرحِ جامی بحث فعل تک کی کتابیں پڑھیں، (۴) حضرت الحاج حافظ شبیر احمد عالمپوری رحمہ اللہ جن کے پاس پورے قرآنِ کریم کا دور کیا، حق تعالیٰ شانہ ان سب اساتذۂ کرام کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں

مزید علم کے حصول کے لئے آپ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے بعد آپ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے، یہاں تقریباً دو سال تک قیام رہا، مظاہر علوم میں آپ کے اساتذہ مندرجہ ذیل حضرات رہے ہیں: (۱) حضرت علامہ صدیق احمد کشمیری رحمہ اللہ جن سے شرح جامی بحث اسم پڑھی، (۲) حضرت مولانا شیخ محمد

یونس جونپوری رحمہ اللہ جن سے قطبی ومیر قطبی پڑھی، جو بعد میں جامعہ کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، (۳) حضرت مولانا عبدالحفیظ پیشاوری رحمہ اللہ جن سے کنزالدقائق تعلیم المتعلّم، اصول الشاشی، تلخیص المفتاح وغیرہ کتب پڑھی، (۴) حضرت قاری سید محمد ابراہیم سہارنپوری رحمہ اللہ جن کے پاس پارہ عم کی مشق کی اور جمال القرآن پڑھی، (۵) حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ العالی جن سے مختصر المعانی، سلم العلوم نورالانوار وغیرہ کتب پڑھی، جو بعد میں جامعہ کے صدر مدرس ہوئے اور اب شیخ الحدیث بھی ہیں، (٦) حضرت مولانا قاری سید محمد سلیمان دیوبندی رحمہ اللہ جن کے پاس پارہ ۲۹ رکی مشق کی اور فوائد مکیہ وجزری وغیرہ کتب پڑھی، (۷) حضرت مولانا سید وقار علی بجنوری رحمہ اللہ جن سے شرح وقایہ پڑھی، (۸) حضرت مولانا حشمت علی رحمہ اللہ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ جو اس زمانہ میں مظاہر علوم میں ناظم تعمیرات تھے، ان سے ترجمہ القرآن نصف اول پڑھا، (۹) شیخ المشائخ حضرت مولانا زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ جن سے موقوف علیہ کے سال دارالعلوم دیو بند سے آکر مسلسلات پڑھی اور سند بھی لی، اس زمانہ میں حضرت ہی جامعہ کے شیخ الحدیث تھے۔

جامعہ مظاہر علوم کے یادگار لمحات

والد محترم کے ساتھ جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم کے زمانہ میں ایک مبارک موقعہ یہ میسر ہوا تھا کہ ایک مرتبہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رامپوری نوراللہ مرقدہٗ نے آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا سید وقار علی علیہ الرحمہ کو فرمایا کہ کوئی اپنا معتمد بھیجو، مولانا وقار علی صاحبؒ کمرہ پر تشریف لائے اور حضرت ناظم صاحب کا پیغام دیا، احقر حضرت کے کمرہ میں داخل ہوا تو حضرت نے اولاً تو فرمایا کہ میں تم کو خوشی کی بات سناؤں، میں

نے تمہارے استاذ کو کہا تھا کہ اپنا کوئی معتمد شاگرد بھیجو انہوں نے تم کو بھیجا ہے، اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ تمہارے استاذ کو تم پر اعتماد ہے، پھر حضرت نے کوئی کام بتلایا، بس اس کے بعد سے تو احقر حضرت کا کھانا حضرت کے گھر سے لاتا اور اپنا کھانا مطبخ مدرسہ سے لاتا، اور ایک خادم جو حضرت کے پاس زیادہ آمدورفت رکھتا تھا وہ بھی مطبخ سے اپنا کھانا لاتا اور ہم لوگ حضرت کے دسترخوان پر شریک طعام ہوتے۔

تقریباً ایک سال یہ سلسلہ چلتا رہا، سالانہ امتحان پر گھر آیا اور آئندہ شوال المکرم میں دارالعلوم میں داخلہ کرالیا کہ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا، اور پھر حضرت کی خدمت میں حاضری بھی کئی سال تک نہ ہو سکی، اس زمانہ میں حضرت رحمہ اللہ کی شفقتیں وعنایات رہیں وہ یاد رہیں گی، ایک موقعہ پر فرمایا بیٹا ہمیں تم سے امید ہے، اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا بیٹا تم ہمارے پاس احتیاط سے آیا کرو کہیں محسود نہ ہو جاؤ، بہر حال مظاہر علوم کے بعد آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

والد محترم نے جامعہ مظاہر علوم میں دو سال گزارنے کے بعد پھر دارالعلوم دیوبند میں جلالین شریف سے دورۂ حدیث شریف تک تعلیم حاصل کی، دارالعلوم کے اساتذۂ کرام مندرجہ ذیل ہیں: (۱) حضرت مولانا قمرالدین گورکھپوری مدظلہ العالی جن سے ہدایہ جلد اول پڑھی جو اب دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہیں، (۲) استاذِ حدیث حضرت مولانا نعیم احمد دیوبندی رحمہ اللہ جن سے ہدایہ جلد ثانی اور مشکوٰۃ شریف جلد ثانی مکمل اور مشکوٰۃ جلد اوّل کا اکثر حصہ اور شرح نخبۃ الفکر اور مؤطا امام محمد وغیرہ کتب پڑھی، آپ کے استاذ بعد میں دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث بھی رہے، (۳) استاذ حدیث حضرت مولانا محمد اسلام الحق اعظمی رحمہ اللہ جن سے ملا حسن اور

طحاوی شریف پڑھی، (۴) استاذ حدیث حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندی رحمہ اللہ جن سے میبذی بیضاوی شریف پڑھی، صحیح مسلم مع مقدمہ مسلم شریف اور ابن ماجہ وغیرہ کتب بھی پڑھی جو بعد میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث بھی ہوئے، (۵) حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ جن سے جلالین شریف اور فوز الکبیر پڑھی جو بعد میں دارالعلوم وقف کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث رہے، (۶) حضرت مولانا قاری احمد میاں امروہی رحمہ اللہ جن کے پاس پارہ عم کی مشق کی اور فوائد مکیہ پڑھی، (۷) حضرت مولانا اختر حسین دیوبندی رحمہ اللہ سابق ناظم تعلیمات دارالعلوم جن سے ہدایہ آخرین پڑھی، (۸) حضرت مولانا خورشید احمد دیوبندی رحمہ اللہ جن سے شرحِ عقائد نسفی پڑھی جو بعد میں دارالعلوم وقف دیوبند کے ناظم تعلیمات اور شیخ الحدیث رہے، (۹) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ سابق مہتمم دارالعلوم جن سے مشکوٰۃ کا شروع کا کچھ حصہ پڑھا، (۱۰) استاذ حدیث حضرت مولانا عبدالاحد دیوبندی رحمہ اللہ جن سے ابوداؤد شریف پڑھی، (۱۱) استاذ حدیث حضرت مولانا سید فخر الحسن مرادآبادی رحمہ اللہ جن سے ترمذی شریف مع شمائل ترمذی پڑھی جو بعد میں دارالعلوم کے صدر المدرسین بھی ہوئے، (۱۲) استاذ حدیث حضرت مولانا نصیر احمد بلند شہری رحمہ اللہ جن سے مؤطا امام مالک پڑھی جو بعد میں دارالعلوم کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث ہوئے، (۱۳) فخر المحدثین حضرت مولانا فخر الدین احمد آبادی نور اللہ مرقدہ صدر المدرسین و شیخ الحدیث دارالعلوم جن سے بخاری شریف جلد اول پڑھی، (۱۴) استاذ حدیث حضرت علامہ محمد حسین بہاری رحمہ اللہ جن سے نسائی شریف پڑھی، (۱۵) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ صدر مفتی دارالعلوم جن سے بخاری شریف جلد ثانی پڑھی۔

درس وتدریس سے باضابطہ وابستگی

آپ کو دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں دورۂ حدیث شریف سے فارغ ہونے کے بعد مجاہد آزادی حضرت مولانا زاہد حسن ابراہمیؒ خلیفہ ومجاز قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے حکم پر ۲۷ رشعبان المعظم ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء میں مدرسہ طیبہ قاسم العلوم موضع بھورہ ضلع مظفر نگر حال ضلع شاملی میں تعلیمی خدمت کے لئے بھیجا، جہاں والد صاحب کا تقرر صدر مدرس کے عہدہ کے لئے طے کیا گیا، اس وقت وہاں آپ کے متعلق درجہ حفظ کی تدریس متعلق کی گئی، کیونکہ مدرسے میں اس وقت تعلیم کا نظم یہیں تک تھا، تقریباً دو سال آپ نے مدرسہ ہذا کی خدمت بحسن وخوبی انجام دی، یہاں سے آنے کے بعد والد صاحب کی تمنا اور کوشش یہی رہی کہ سہارنپور شہر میں کوئی مشغلہ ہو جائے اور قیام کی کوئی شکل پیدا ہو جائے، تاکہ اپنے مشفق ومربی استاذ حضرت شاہ محمد اسعد اللہ نوراللہ مرقدہٗ کی زیارت اور صحبت کا شرف حاصل ہوتا رہے۔

چنانچہ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ کے اواخر میں والد مرحوم کو مدرسہ دارالعلوم محلہ شاہ بہلول سہارنپور میں پڑھانے کی جگہ مل گئی، اور ناظم مدرسہ حضرت مولانا محمد اسلام الحق مدظلہ العالی نے تجوید وقرأت کے اسباق متعین کئے، اس وقت یہاں تعلیم سال سوم تک ہی تھی، عربی درجات میں کتابیں اور اسباق تقسیم ہو چکے تھے، والد صاحب غالباً محرم الحرام ۱۳۹۲ھ میں استاذ گرامی حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ اس وقت مظاہر علوم میں شیخ الحدیث منتخب ہو چکے تھے، ان کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، حضرت نے معلوم کیا کہاں ہو اور کیا خدمت کر رہے ہو؟ والد صاحب نے بتلایا کہ دارالعلوم شاہ بہلول میں مدرس ہو گیا ہوں، پوچھا کیا پڑھاتے ہو؟ والد

صاحب نے بتلایا کہ تجوید کے اسباق دیئے گئے ہیں، برجستہ فرمایا کہ کتابیں کیوں نہیں پڑھاتے؟ والد صاحب نے عرض کیا کہ کتابیں تقسیم ہوچکی تھی، فرمایا مولوی اسلام الحق سے کہنا کہ وہ تم کو کتابیں دیں، والد صاحب کو ناظم مدرسہ کی خدمت میں درخواست کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی، بقول والد محترم مدرسہ بھی ترقی کرتا رہا اور بندہ بھی ترقی کرتا رہا، حتیٰ کہ والد صاحب کے وہاں قیام کے زمانہ میں مدرسہ ترقی کرتے کرتے موقوف علیہ مشکوٰۃ شریف کی جماعت تک پہنچ گیا، خود والد صاحب نے تفسیر بیضاوی اور درسِ نظامی کی دیگر اہم کتب پڑھائی۔

والد صاحب کہتے تھے کہ یہ سب حضرت الاستاذؒ کی دعاؤں اور توجہات کا ثمرہ ہے کہ بندہ کو اتنی کتابیں پڑھانے کو ملی کہ بندہ سیر ہوگیا، اب جبکہ بندہ کی مرضی کے مطابق قیام کا معقول نظم ہوگیا، تو والد صاحب نے حضرت شاہ اسعد اللہ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری شروع کر دی اور تعارف دارالعلوم شاہ بہلول کے مدرس کی حیثیت سے کرایا، کچھ دن کے بعد والد صاحب معمول کے مطابق حاضر خدمت ہوئے کہ حضرتؒ کے صاحبزادۂ گرامی حضرت مولانا محمد اللہؒ سابق ناظم جامعہ مظاہر علوم تشریف لے آئے، والد صاحب نے کھڑے ہوکر سلام و مصافحہ کیا، حضرت نے ان سے معلوم کیا کہ ان کو جانتے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ آپ نہیں جانتے، حضرت نے جواباً فرمایا ہاں جانتا ہوں دارالعلوم شاہ بہلول کے استاذ ہیں، مولانا مرحوم نے کہا چھوڑیئے شاہ بہلول کو، یہ تو وہ ہیں جن کو آپ فیلڈ مارشل کہتے تھے۔

بات یہ تھی کہ والد صاحب مظاہر علوم کے دورِ تعلیم ۱۹۶۵ء وغیرہ میں پاکستان میں جنرل ایوب خان مرحوم صدر تھے، اس مناسبت سے حضرت والد صاحب کو ازراہِ شفقت و محبت فیلڈ مارشل کہہ دیا کرتے تھے، مولانا مرحوم تو چلے گئے، اس پر حضرت ناظم صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ پہلے یہ دستور تھا کہ جس مجرم کے لئے پھانسی کا

فیصلہ ہو جاتا تھا، تو اس سے اس کی آخری تمنا معلوم کی جاتی تھی اور وہ پوری بھی کی جاتی تھی، اسی طرح ایک شخص کا واقعہ ہے کہ جب اس کیلئے پھانسی کا فیصلہ ہوا، تو دستور کے مطابق اس سے آخری تمنا معلوم کی گئی، اس نے کہا بادشاہ سلامت کی مصاحبت و رفاقت چاہتا ہوں، بادشاہ نے کہا جب ہم سیر وتفریح کے لئے جائیں گے ہمارے ساتھ چلنا، چنانچہ وہ شخص بادشاہ کے ساتھ کچھ دور چلا اور یہ جملہ کہا کہ کریم لوگ ادنیٰ مصاحبت ورفاقت کا بھی لحاظ فرماتے ہیں، اس پر بادشاہ نے اس کو رہا کر دیا، یہ واقعہ سنا کر حضرت خاموش ہو گئے۔

والد صاحب کی حضرت کے انتقال تک جو رجب المرجب ۱۳۹۹ھ میں ہوا تھا حاضری ہوتی رہی، والد صاحب فرماتے کہ مجھے یہ امید نہیں رہی تھی کہ حضرت سے دوبارہ تعلق ہو سکے گا، اس سات آٹھ سالہ دور میں اگر مظاہر علوم آنا بھی ہوتا تو بھی حضرت کے کمرہ میں داخل ہونے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، البتہ صاحبزادۂ گرامی جناب مولانا محمد اللہ مرحوم سے ملاقات کر لیتا تھا، بقول والد صاحب حضرتؒ کے یہاں دوسری مرتبہ کی یہ حاضری ۱۳۹۳ھ میں ہو سکی، تاہم اسی درمیان ۱۳۹۰ھ میں بیعت بھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ سے ہو گیا تھا۔

بہر حال اس کے بعد تو حضرت ناظم صاحب کے یہاں روزانہ حاضری ہوتی رہی، اگر عصر بعد نہ ہو سکی تو بعد نمازِ عشاء مسجد کلثومیہ میں ہی حاضر ہو جاتا اور شرفِ ملاقات حاصل کر لیتا تھا، اس زمانے میں باوجود اس کے کہ حضرتؒ سے بیعت نہیں ہو سکا تھا، تاہم حضرتؒ نے ذکر کی تلقین فرمائی اور دوازدہ تسبیح کے ذکر کا طریقہ بتلایا، بہر کیف والد محترم کا زیارت وملاقات کا یہ نیاز مندانہ سلسلہ چلتا رہا، حتیٰ کہ انتقال سے ایک دو سال قبل حضرتؒ کو اختلاج قلب کی شکایت پیدا ہو گئی، ڈاکٹروں نے گفتگو کرنے اور ملاقات سے منع کر دیا تھا، اس زمانہ میں مولانا محمد اللہ مرحوم خاص طور پر

حضرت کے ساتھ رہتے تھے اور وہ کسی کو ملاقات وگفتگو نہیں کرنے دیتے تھے، کسی خاص تعلق والے کو البتہ زیارت کرادیا کرتے تھے، والد صاحب کو بھی یہ سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی، حضرتؒ یوں تو بہت خوبیوں کے مالک تھے لیکن دوشعر جو اُن کے کمرہ میں آویزاں تھے، وہ ان کی زندگی کا حاصل تھے، گویا ان اشعار سے ان کے دل کی ترجمانی ہوتی تھی۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے با کسے کارے نباشد

اور

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمیں پر اسعد
جس پہ دو چار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

والد محترم کے مشفق اور کرم فرما استاذ حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ کو داغِ مفارقت دے گئے، نمازِ جنازہ حضرت کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ نے پڑھائی اور حاجی شاہ کمال قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، حضرتؒ کے رفیق خاص شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ اس زمانہ میں مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً میں قیام پذیر تھے، آپ کے جنازہ میں عوام وخواص کا ایک ہجوم تھا، حتی کہ دیوبند، جلال آباد اور دیگر دور دراز سے اکابر اور مشائخ کثیر تعداد میں شریک ہوئے، حضرت مولانا مسیح اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ وغیرہ حضرات بھی شریک جنازہ تھے۔

والد صاحب نے رجب المرجب ۱۴۰۰ھ تک دارالعلوم شاہ بہلول میں تدریس کی خدمت انجام دی، اوائل شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ میں حضرت مولانا مفتی عبد العزیز رائے پوریؒ (سابق ناظم ومفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وسابق مہتمم مدرسہ فیض

ہدایت رحیمی رائے پور) نے حضرت والد صاحب کو بلوایا، اولاً مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش میں خدمت کے لئے فرمایا، والد صاحب نے وہاں کے لئے معذرت کردی، پھر مدرسہ قصر العلوم قصبہ بہٹ کی خدمت کے لئے فرمایا، حضرت مفتی صاحبؒ مدرسہ کے سرپرست تھے، والد صاحب نے مدرسہ قصر العلوم بہٹ کی خدمت منظور کرلی، حضرت مفتی صاحب نے چند اراکین کے سامنے والد محترم کا عہدۂ نظامت پر تقرر فرمایا، تقریباً سوا دو سال مدرسہ ہٰذا کی خدمت کی اور سالِ چہارم عربی تک کی جماعتوں کا نظم کیا، خود بھی والد صاحب نے اکثر اسباق پڑھائے۔

شوال المکرم ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء میں حضرت مفتی عبدالعزیز صاحبؒ نے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں تدریس کے لئے فرمایا، یوں تو حضرت مفتی صاحب ۱۹۷۱ء سے والد صاحب کو رائے پور کے لئے فرماتے آرہے تھے، تاہم والد صاحب کی طرف سے معذرت ہوتی رہی، لیکن اس مرتبہ حضرت مفتی صاحب مرحوم کے حکم پر مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں والد صاحب کا تقرر ہوگیا، ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ میں والد صاحب کو فیض ہدایت میں تعلیمی خدمات انجام دیتے ہوئے ۴۱ رسال ہوگئے تھے، اس ۴۱ رسالہ دور میں مدرسہ ہٰذا میں سالِ اوّل فارسی سے لیکر سالِ ششم مشکوٰۃ شریف تک تو ہر جماعت میں ایک دو کتاب کے علاوہ سب ہی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا، بلکہ ۱۴۳۶ھ میں دورۂ شریف کا آغاز ہوا تو والد صاحب کو اس جماعت میں بھی متعدد بار مسلم شریف مع مقدمہ مسلم اور بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کی سعادت حاصل ہوئی، رجب المرجب ۱۴۳۶ھ میں مدرسہ مجلس شوریٰ نے جب دورۂ حدیث شریف کی تجویز پاس کی تو اسی مجلس میں والد صاحب کو یہ اعزاز دیا اور حوصلہ افزائی کی، اس طرح آپ کو صدر المدرسین ونگراں تعلیمات کے منصب پر فائز فرمایا۔

آپ کے مشاغل اور طریقۂ تدریس

ہم نے ہمیشہ اپنے والد محترم کو دیکھا ہے کہ آپ کی زیادہ تر دلچسپی تعلیم و تعلّم سے رہی ہے اور اسی میں آپ کا ہمیشہ انہماک رہا ہے، تقریباً پانچ دہائیوں تک بلکہ زندگی کے آخری ایام تک یکسوئی کے ساتھ اسی مشن میں لگے رہے، ایک کامیاب مدرس کی جو صفات اور خصوصیات ہوتی ہیں ان سے والد صاحب کا دامن مراد بھرا ہوا تھا، آپ کے تدریسی کمال میں یہ عنصر بنیاد کے پتھر کی اہمیت رکھتا ہے کہ آپ کے یہاں بلا کی تفہیم اور ترسیل پائی جاتی تھی، زبان کی نرمی اور لہجے کی شیرینی اس پر بلا کا حافظہ آپ کی تدریس کا عنوان اور اعلان تھا۔

غیر ضروری مشاغل سے حد درجہ دوری

آپ کی زندگی کا یہ عنوان بھی قابل تعریف رہا ہے کہ کبھی غیر ضروری مشاغل سے آپ نے دلچسپی نہیں لی، بلکہ ہمیں بھی اس کی سختی سے تاکید کرتے تھے کہ ہم کسی بے مقصد امور کا حصہ بنے، حتیٰ کہ میں گھر میں سب سے بڑا تھا، لیکن میرے لیے بھی یہی تاکید تھی کہ میں کسی غیر ضروری مشغلہ کا حصہ بنوں، والد صاحب کی پوری زندگی مقصد سے وابستہ تھی اور اسی بامقصد اور بامراد زندگی کے ساتھ انہوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو اور ہم سب اہل خانہ کو پابند رکھا۔

گھر کا ماحول اور تربیت کا انداز

والد صاحب نے گھر کے ماحول کو ہمیشہ دین پر قائم رکھنے کی ہر ممکن کوششیں جاری رکھی، زندگی کے آخری ایام تک وہ تربیت کے اس اہم پہلو سے غافل نہیں ہوئے، والد صاحب کی تربیت کا یہ دائرہ محدود نہیں تھا، بلکہ اس حوالے سے ان کی نظر زندگی کے تمام پہلوؤں پر تھی، ذاتی معاملات ہوں یا سماجی، گھر کے معاملات ہوں یا

مدرسے کی ذمہ داری کے تعلق سے، ہر جگہ ان کی رہنمائی اور تربیت ہمارے ساتھ رہی، مدرسے کے معاملات کے حوالے سے والد صاحب بہت حساس تھے اور ہمیشہ تاکید کرتے تھے کہ معاملات کو صاف ستھرا رکھا جائے، عام طور پر میرا معمول ان کی صحبت کا عشا کی نماز کے بعد ہوتا تھا، اگر اتفاق سے کبھی دیر ہوگئی تو وجہ پوچھتے تھے اور اگر ان کو یہ لگتا تھا کہ میں اس غیر ضروری مشغلے میں شامل تھا، مثلاً کوئی سیاسی اور اسی طرح کوئی غیر مقصد کام تو فوراً تاکید کے ساتھ منع فرماتے۔

مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی

میں نے جیسا کہ والد صاحب کے حوالے اوپر لکھا ہے کہ وہ یکسو ہو کر درس وتدریس سے وابستہ رہنا پسند کرتے تھے، طبیعت حد درجہ یکسو اور تنہائی پسند تھی، تاہم جب بات ملت کے مسائل کی ہوتی، تو پھر وہ اس کے لئے بھی ہمیشہ تیار رہتے تھے، 1
۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں جب دارالعلوم دیوبند میں تحفظ ختم نبوت کے لئے کیمپ لگایا گیا اور ہندوستان کے مشہور اور بڑے مدارس سے شرکت کے لئے علماء اور مشائخ مدعو کئے گئے، تو مدرسہ فیض ہدایت رحیمی کی نمائندگی کے لئے مہتمم مدرسہ حضرت مفتی عبدالعزیزؒ نے والد صاحب کو شرکت کے لئے معمور فرمایا، چنانچہ ۱۰/دن یہ کیمپ چلا جس میں فاتح ربوہ حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کو پاکستان سے فتنہ قادیانیت کو واشگاف کرنے اور قادیانیوں پر کامیابی اور فتح حاصل کرنے کے طریقے سمجھانے کے لئے مدعو کیا گیا، چنانچہ حضرت مولانا نے کئی روز تک اس سلسلہ میں تقاریر فرمائی، وقتاً فوقتاً اکابر اور اساتذۂ دارالعلوم دیوبند کے بیانات بھی ہوتے رہے، اور دارالعلوم کی جانب سے حضرت مولانا منظور احمد صاحبؒ کے بیانات کو کتابی شکل میں طبع کرا کر مندوبین اور شرکاء میں تقسیم کر دیا گیا۔

۱۴۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں ملک بھر کے مدارسِ اسلامیہ کے ذمہ داروں کا ایک نمائندہ اجلاس بلایا گیا تھا، جس میں کل ہند رابطہ مدارسِ اسلامیہ عربیہ کے قیام کا فیصلہ کیا، پھر صفر ۱۴۳۶ھ میں رابطہ مدارسِ اسلامیہ کی شاخ مغربی یوپی کو دو زون میں تقسیم کیا، اور جناب مولانا قاری شوکت علی صاحب مہتمم مدرسہ اعزاز العلوم ویٹ کو زون نمبر ایک کا صدر منتخب کیا، چنانچہ صدر نے ۶/صفر ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۹/نومبر ۲۰۱۵ء کو مغربی یوپی زون کے مربوط مدارس کا ایک عمومی اجلاس منعقد کیا، اس اجلاس کی دوسری نشست میں ۲۵/افراد پر مشتمل مجلس عاملہ کی تشکیل عمل میں آئی، جس میں صدر صاحب کے علاوہ تین نائبین صدور مولانا محمد عباس مہتمم جامعہ محمودیہ نوگزہ پیر میرٹھ، مولانا محمد خالد مہتمم جامعہ محمود المدارس غازی آباد، مولانا عاشق الٰہی مرحوم صدر مدرس جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ سہارنپور طے کئے گئے، اور ناظم اعلیٰ مولانا محمد یامین مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم سونتہ رسولپور ضلع شاملی کو بنایا گیا، اور والد صاحب مرحوم 1 اور مولانا خورشید احمد قاسمی مہتمم دارالعلوم مظفریہ میرٹھ کو ناظم بنایا گیا، اور مفتی بن یامین مہتمم مدرسہ قاسم العلوم تیوڑہ مظفرنگر کو خازن منتخب کیا گیا، چنانچہ اس کے بعد سے والد صاحب کی رابطہ کے پروگراموں میں شرکت ہوتی رہتی اور غیر مربوط مدارس کو تصدیق کا سلسلہ بھی جاری رہا، کئی ایک پروگراموں میں والد صاحب کو صدر اور ناظم کی حیثیت سے پروگرام کی دعاء اور صدارتی خطاب بھی کرایا گیا۔

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت ممتحن

۱۴۱۷ھ جس زمانے میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم دارالعلوم کے ناظم تعلیمات تھے، انہوں نے داخلہ امتحان کے پرچے جانچنے کے لئے کچھ دیگر مدارس سے بھی علماء کو مدعو کیا تھا، فیض ہدایت رحیمی کی جانب سے والد صاحب کو مدعو

فرمایا گیا، چنانچہ والد صاحب نے دار العلوم کے اساتذہ کرام اور باہر سے آنے والے ممتحن حضرات کے ساتھ مل کر ۱۰ر یوم داخلہ امتحان کے پرچے جانچے، حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی کو تادیر زیادہ سے زیادہ دار العلوم کی خدمت کے لئے قبول فرمائے۔

بیعت وارشاد

والد صاحب کے بیعت وارشاد کے سلسلہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ۱۳۹۰ھ میں والد صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ سے پہلی مرتبہ بیعت کی، تاہم حضرت شیخ سے کوئی خواص استفادہ والد صاحب کے بقول خاطر خواہ نہ کر سکا، اس کی وجہ یہ رہی کہ عموماً حضرت کا قیام اس زمانے میں حجاز رہنے لگا تھا، البتہ عموماً رمضان المبارک آپ کا سہارنپور ہندوستان میں گزرتا تھا، حتیٰ کہ وہ بھی ۱۴۰۲ھ میں مدینہ منورہ زادہ اللہ شرفاً میں راہی ملک بقاء ہوگئے۔ برد اللہ مضجعہ

حضرت کے انتقال کے چند سال بعد والد صاحب نے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت کی، حضرت کی زندگی کے آخری دور کے چند رمضان المبارک ایسے گزرے کہ حضرت کی خدمت میں حاضری ہوجاتی اور ذکر کا سلسلہ جاری رہتا، حتیٰ کہ آخری رمضان المبارک میں حضرتؒ نے چھ ہزار ذکر قلبی کی تلقین فرمائی، بس اسی ماہِ مبارک کے بعد ۲ر شوال المکرم ۱۴۲۶ھ میں بیمار ہوگئے اور اوائل محرم الحرام ۱۴۲۷ھ میں راہی ملک جاودانی ہوگئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

فدائے ملتؒ کے انتقال کے بعد والد صاحب نے اپنے ایک شاگرد مولوی زین العابدین سلمہ کے ساتھ بجنور میں قیام فرمایا، حضرت مولانا مفتی احتشام الحق دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کیا، حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی حکیم

الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا محمد سراج محدث امروہیؒ کے خلیفہ ومجاز بیعت ہیں، حضرت مدظلہ العالی نے چند ہی ملاقاتوں کے بعد چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ میں بیعت لینے کے بعد جلد ہی اجازت تحریر فرما کر عنایت فرمائی اور داخل سلسلہ فرمالیا، آج کل حضرت والا اپنے وطن سیتاپور میں اپنے قائم کردہ مدرسہ کی نگرانی فرمارہے ہیں اور سیتاپور ہی میں قیام فرما ہیں، حق تعالیٰ شانہ حضرت والا کے فیض کو چاردانگ عالم میں جاری وساری فرمائیں، احقر کو اور احقر کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ کے بندہ اور بندیاں داخل سلسلہ ہوئے ہیں سب کو استقامت فی الدین عطاء فرمائے۔

والد صاحب کا حادثہ ہمارے تمام اہل خانہ کے لئے خاص طور پر میرے لئے بڑا جاں گسل اور جاں سوز حادثہ ہے، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ اپنے والد مرحوم کو کیسے اور کن الفاظ سے خراجِ عقیدت پیش کروں، کیا لکھوں اور ان کی کن کن خوبیوں کو الفاظ کا پیکر عطا کروں، خدا نے انہیں حیاتِ مستعار کی جو دولت عطاء کی تھی، سچ پوچھئے انہوں نے اس امانت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ خوبصورت استعمال کیا ہے، ایک بیٹا اپنے والدین کو زندگی کے ہر موڑ پر دیکھتا ہے، ساتھ رہتا ہے، میں بھی اپنے والد محترم کے ساتھ سفر وحضر میں رہا ہوں، ہر خوشی اور غمی کے موقع پر میں نے دیکھا ہے، لیکن میں نے کبھی انہیں زندگی کے کسی نازک موڑ پر بھی شریعت اور سنت سے الگ نہیں پایا، بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احکام شریعت کا پابند اور سنتوں پر عامل دیکھا ہے۔

دو سال قبل میرے جواں سال بڑے مولوی محمد عثمان رحیمی کا انتقال ہوا، اس کے صدمے سے ہم سب لوگ نڈھال تھے، تاہم والد صاحب کا اس وقت بھی صبر اور استقامت کا پیکر بن کر ہم سب لوگوں کو سمجھانا اور نصیحت کرنا اور ساتھ ہی خود بھی اپنے آپ کو اتنے بڑے حادثے کے باوجود تحمل اور ضبط میں رکھنا، یہ کمال میں نے والد

صاحب کے اندر بدرجہ اتم یکھا ہے۔

والد صاحب شعبان میں بخاری شریف کی اختتامی دعا کے بعد بیمار ہوئے، یہ دو مہینے کا دورانیہ تھا، اس مدت میں ان کی کوشش یہ رہی کہ کوئی کام خلافِ شرع نہ ہوجائے، حتیٰ کہ مرنے سے دو دن قبل جب آپ ہسپتال میں ایڈمٹ تھے، تو ہسپتال میں جو خاتون نرسیں تھیں، وہ اگر سر وغیرہ میں درد کی شدت کو کم کرنے کیلئے مالش کرنے کی کوشش کرتی، تو فوراً اشارہ سے منع کردیتے، بہرحال آخر والد صاحب نے ۱۴؍جون بروز منگل ۲۰۲۲ء صبح ساڑھے سات بجے ہمیں داغِ مفارقت دیدی، اللہ تعالیٰ والد صاحب کی قبر کو مطلع انوار بنائے۔

والد صاحب کی موت کو ملت نے ایک اجتماعی غم کی طرح محسوس کیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ والد صاحب کی وفات ہم سب کے لئے ایک اجتماعی حادثہ تھا، ایسے افراد اب قحط الرجال میں ملت کو کہاں نصیب ہوں گے۔

علامۃ العصر اخلاص اور للّٰہیت کا پیکر

از: حضرت مولانا محمد طاہر صاحب مظاہری شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

حادثہ فاجعہ انتقال حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ عماد پوری صدر المدرسین مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور، ۱۳/ذیقعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۴/جون ۲۰۲۲ء سہ شنبہ کو صبح ساڑھے سات بجے حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ کا واقعہ وی کے شرما ہسپتال جگادھری میں پیش آیا، حضرت والا تقریباً تین ماہ سے بیمار تھے، مورخہ ۶/جون کو طبیعت زیادہ خراب ہوئی اور جگادھری مذکورہ بالا ہسپتال میں داخل ہوئے، علاج میں ورثہ اور معالجین نے کوئی کمی نہ چھوڑی، لیکن ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' والی صورت پیش آتی رہی، بالآخر تدبیر پر تقدیر غالب آئی اور حضرت والا تقریباً ۹/یوم مسلسل ہسپتال میں زیر علاج رہ کر واصل بحق ہو گئے، ہسپتال سے جنازہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور لایا گیا، یہاں اساتذہ کرام نے اپنی نگرانی میں تغسیل اور تکفین کے فرائض انجام دئے، پھر جنازہ ان کے وطن موضع عماد پور لے جایا گیا۔

نماز جنازہ تاریخ مذکورہ بعد نماز عصر حضرت مولانا عبد الرشید صاحب کی امامت میں موضع عماد پور کے قبرستان سے متصل مصلیٰ میں ادا کی گئی، جنازہ میں عوام وخواص کا ایک جم غفیر تھا، عماد پور بستی نے اس سے پہلے اس طرح کے جنازہ کی نظیر نہیں دیکھی، جنازہ میں علاقے کی عوام کے علاوہ علاقے کے مدارس کے ذمہ داران اور اساتذۂ کرام بھی بھاری تعداد میں شریک تھے، جامعہ مظاہر علوم کے امین عام حضرت مولانا محمد شاہد صاحب اپنے ضعف اور نقاہت کے باوجود اور مدرسہ مظاہر علوم وقف کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی گوناگوں مشغولیات کو

پس پشت ڈال کر جنازہ میں شرکت فرمائی، عصر اور مغرب کے درمیان آبائی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب ۲۰ / محرم ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ / دسمبر ۱۹۴۶ء میں موضع عماد پور میں ایک ایسے غریب گھرانے میں پیدا ہوئے، جس کا بزرگانِ دین سے خاص تعلق رہا ہے، حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ کے پردادا دین محمد مرحوم قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خاص مسترشدین میں شامل تھے اور حضرت سے والہانہ محبت رکھتے تھے، اسی تعلق کی برکت ظاہر ہوئی کہ ان کی اولاد میں علماء اور حفاظ پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم موضع عماد پور کے مکتب میں حاصل کی، حضرت حافظ امیر حسن صاحب عالم پوری امام مسجد عماد پور سے قرآن پاک حفظ و ناظرہ پورا کیا، اس کے بعد اپنے استاد محترم حافظ امیر حسن کے توسط سے مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں درجاتِ عربی اور فارسی میں داخلہ لیا، مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ میں سال سوم تک تعلیم حاصل کر کے جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوئے۔

جامعہ مظاہر علوم میں شرحِ جامی اور مختصر وغیرہ جماعت کی تمام کتب دو سال میں رئیس المتکلمین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے زیر سایہ رہ کر پڑھی، مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک عرصے تک حضرت ناظم صاحب کے دسترخوان پر ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہونے کی سعادت حاصل کی، راقم الحروف کے خیال کے مطابق حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کو دو سعادتیں خداوند قدوس نے عطاء فرمائی، ان میں سب سے بڑی سعادت یہی ہے اور یہی بعد کی تمام ترقیات کا پیش خیمہ بنی۔

۱۹۴۶ء میں ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۹ء میں دارالعلوم سے فراغت پائی، فراغت کے بعد کیرانہ کے علاقے میں بھوراں بستی کے بڑے

مدرسے میں ۲ ؍سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد والے سال میں کچھ عرصہ انوار القرآن نعمت پور اور کچھ رائے پور کی خانقاہ والے مدرسہ میں پڑھایا، پھر سات سال دار العلوم شاہ بہلول سہارنپور میں عربی درجات میں تدریسی خدمات انجام دیں اور رئیس الاتقیا فخر رامپور حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجالیس میں حاضری دیکر علمی اور روحانی فیض حاصل کیا، پھر ۲ ؍سال مدرسہ قصر العلوم بہٹ میں نظامت کے عہدہ پر فایز رہے۔

یکم ذیقعد ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کو بمشاہرہ تین سو روپئے سے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں تقرر ہوا، فیض ہدایت رحیمی میں آپ کی تدریس کا سلسلہ اکتالیس سال کی طویل مدت پر بسیط ہے، اس دور میں آپ نے شعبۂ عربی میں چھوٹی بڑی تمام ہی کتب پڑھائی، نہ چھوٹی کتاب کے پڑھانے میں کبھی عار محسوس کیا اور نہ بڑی کتاب پر کبھی فخر محسوس کیا، حضرتِ والا اخلاص اور للّٰہیت کے پیکر تھے، تواضع و کسر نفسی اور سادگی آپ کے نمایا اوصاف تھے، اربابِ اہتمام کے تمام فیصلوں کو بلا چوں و چرا تسلیم کرنا ان کا شیوہ تھا، حضرت والا کی وفات سے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی ایک جید الاستعداد با صلاحیت اور باشعور استاد کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگیا، اور آپ کی وفات سے علمی حلقوں میں ایسا خلا پیدا ہوا جس کی تلافی آسان نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت والا کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کے حسنات کو ثبت فرمائے اور سیئات کو حسنات سے مبدل فرمائے، اور مدرسے کو ان کا نعم البدل عطاء فرمائے اور ان کے صابزادگان کو ان سے بھی زیادہ خوبیاں اور صلاحیتیں عطاء فرما کر ان سے بھی زیادہ بافیض بنائے۔

حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ جس طرح علوم ظاہریہ سے اور علوم شریعہ سے مزین تھے، اسی طرح علوم باطنی اور طریقت کے اسرار و رموز سے بھی مناسبت تامہ

رکھتے تھے، حضرت مولانا کی باطنی تربیت کا آغاز مظاہر علوم کی طالب علمی کے زمانہ میں نمونۂ سلف رئیس الاتقیاء حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی بابرکت فیض رساں مجالس سے ہوگیا تھا، مگر یہ سلسلہ دارالعلوم میں داخلے کے بعد منقطع ہوگیا، اس لئے آپ نے باقاعدہ رئیس المحدثین شیخ الحدیث قطب عالم مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم المہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے ۱۳۹۰ھ میں بیعت کا تعلق قائم کیا، مگر حضرت کا قیام اس زمانہ میں زیادہ تر حجاز میں رہا اس لئے کوئی استفادہ کا موقع میسر نہ آیا، ۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ مدینہ منورہ میں واصل بحق ہوگئے۔

پھر آپ نے فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب سے بیعت کی اور باقاعدہ منازلِ سلوک طے کئے، رمضان المبارک کے آخری عشرے میں حضرت کے یہاں خانقاہ میں مستقل قیام بھی متعدد بار کیا، اوائل محرم ۱۴۲۷ھ میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب بھی دارِفانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرماگئے، فدائے ملت کے وصال کے بعد مولانا محمد ایوب صاحب نے اپنے ایک شاگرد مولوی زین العابدین کے ساتھ بجنور میں قیام فرمایا اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضری شروع کی، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب دامت برکاتہم حضرت مولانا محمد سراج صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں سے ہیں، اور حضرت مولانا محمد سراج صاحب نور اللہ مرقدہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب نے چند ہی ملاقاتوں کے بعد حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کی فطری صلاحیتوں کا اندازہ لگالیا اور چاروں سلسلوں میں بیعت لینے کے بعد اپنی طرف سے خلافت سے سرفراز فرمایا اور تحریری طور پر بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مولانا مرحوم کا اس طریق سے بھی فیض عام ہوا ہزارہا بندگانِ خدا نے داخل

سلسلہ ہو کر اکتسابِ فیض کیا، راقم الحروف کا اندازہ تو یہی ہے کہ یہ سب کچھ بفضل خدا اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری سابق ناظم مظاہر علوم با فیض اور با اثر توجہ کا اثر تھا، اسی اثر نے آپ کو احتشام الحق صاحب کی خدمت میں پہنچایا اور حضرت تھانوی کی عظیم المرتبت نسبتوں کا حامل بنایا۔

ذرہ کا رشتہ ماہتاب سے

از: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدیر و شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس سرائے فانی دنیا کی ہر شے خواہ وہ کتنی ہی محبوب و بیش قیمت کیوں نہ ہو فنا پذیر ہے، خود اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان کہ جس کے کھرے اور کھوٹے پن کو کل روزِ قیامت واشگاف کرنے اور جزا و سزا سے گزارنے کیلئے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے، اسے بھی جلد یا بدیر رخت سفر باندھنا ہی پڑتا ہے، فاطر کائنات کا طے کردہ یہ ایسا اٹل قانون ہے، جس سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے، نہ ولی، نہ قطب، کیا عالم، کیا جاہل، کیا امیر، کیا غریب، غرض یہ کہ ہر فردِ بشر اپنی اپنی حیاتِ مستعار کے ماہ و سال گزار کر مسافران آخرت میں شامل ہو جاتا ہے۔

پس خوش نصیب ہے وہ مؤمن بندہ جو رب چاہی زندگی گزار کر اس طرح اس دنیا سے رخصت ہو کہ اس کی نفع رسانی اور صالحیت بزبانِ خلق بھی نقارۂ خدا بن کر گونجے، یہ تمہیدی کلمات نوکِ قلم پر بے اختیار اس لئے آ گئے ہیں کہ آئندہ سطور میں جس خدا رسیدہ انسان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے، وہ اپنے ستھرے کردار و عمل، تقویٰ و طہارت اور دین و ملت کیلئے سربکف رہنے والے ایسے بافیض عالم دین تھے، جو صاحبِ نسبت بھی تھے اور سلف کی یادگار بھی، یہ حضرت مولانا قاری محمد ایوب رشیدی قاسمی عماد پوری رحمہ اللہ تھے، جو صلاح و تقویٰ سے بھرپور زندگی گزار کر آج سے کم و بیش ایک سال پہلے یعنی ۱۴ ارجون ۲۰۲۲ء بروز منگل کی صبح ہم سے بچھڑ گئے تھے۔

بندہ چونکہ ان دنوں زیارتِ حرمین شریفین کے کیلئے پابہ رکاب تھا، مگر حجاز سے واپسی پر اس جانکاہ حادثہ کی اطلاع ملی، تو گھر جا کر آپ کے فرزند و جانشین جناب

مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدھم سے تعزیت مسنونہ پیش کی اور تسلی بھرے کلمات کہے، ربِ کریم کی بارگاہ میں آج بھی یہی مکرر سہ مکرر التجا ہے کہ حضرت قاری صاحب مرحوم کو اپنی شایانِ شان اجر وثواب عطا کر کے انہیں اپنے مقربین میں شامل فرمالیں۔ آمین

حضرت مولانا قاری محمد ایوب صاحب کی اس ناچیز کو بھی بڑی قدر تھی، اس لئے کہ ہم نے جب سے ہوش کی دہلیز پر قدم رکھا تو جن فرزندان جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کو ازراہِ تعلق حضرت والد بزرگوار مولانا قاری شریف احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ (متوفی ۲؍مئی ۲۰۰۵ء) کی خدمت میں برائے ملاقات آتے جاتے دیکھا، ان میں مخدوم گرامی حضرت مولانا مرحوم بھی تھے، والد صاحب سے انہیں بڑی عقیدت ومحبت تھی، طرفین میں اس مخلصانہ تعلق کی مرکزی وجہ یہی تھی کہ مولانا عماد پوری جامعہ کے سابق طالب علم اور حضرت والد صاحب کے تلمیذ رشید تھے، انہوں نے اپنے وطنی مکتب سے ابتدائی درجات پڑھنے کے بعد جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شعبۂ اجرا فارسی میں داخلہ لیا، اور بروایت حفص حضرت والد صاحب سے ہی مکمل قرآن پاک کا اجرا کیا۔

اسی مشق وقرآنی اجرا کا نتیجہ تھا کہ آگے چل کر آپ کی عرفیت بھی قاری صاحب ہی پڑگئی تھی، جبکہ آپ تو درسِ نظامی کے بڑے مقبول استاذ اور ترقی کرتے کرتے بخاری شریف جلد ثانی کی تدریس تک پہنچ گئے تھے، جامعہ کے تعلیمی ریکارڈ کے مطابق ۱۷؍اپریل ۱۹۶۰ء میں آپ یہاں باضابطہ داخل ہوئے، اس وقت آپ چودہ پندرہ سال کے تھے، چنانچہ یہاں کے چار سالہ قیام میں آپ نے تجوید اور عربی کے ابتدائی درجات پڑھے، آپ کے دیگر اساتذہ میں حضرت مولانا نسیم احمد غازی مظاہری، حضرت مولانا شبیر احمد فتح پوری اور حافظ شبیر احمد عالپوری رحمہم اللہ خصوصیت

سے قابل ذکر ہیں۔

واضح رہے کہ مولانا عماد پوری جس وقت تحصیل علم کیلئے گنگوہ وارد ہوئے تھے، تو جامعہ اشرف العلوم کے قیام پر محض سولہ سترہ سال کا عرصہ گزرا تھا، لیکن حضرت والد صاحب کی شبانہ روز کی پیہم محنتوں نے اس کی شناخت کا سکہ بفضل اللہ رائج کر دیا تھا، اور جس سے علم و دین کے شیدائیان گنگوہ کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔

اس وقت تک چونکہ جامعہ میں شرحِ جامی ہی منتہی جماعت تھی، اس لئے مولانا نے متوسطات کی کتابیں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور جبکہ منتہی کتب دارالعلوم دیوبند میں اپنے زمانہ کے جلیل القدر اساتذۂ کرام سے پڑھیں اور اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فاضل دارالعلوم دیوبند ہوئے۔ **فالحمدللہ علی ذالک**

حضرت مولانا قاری ایوب صاحب کی شخصیت وصفات کا انفراد جس نے انہیں نیک نہاد اور شعوری وجدان بخشا، وہ آپ کی تواضع، خوش اخلاقی، بے نفسی اور اپنے اساتذۂ ذیشان سے تعلق خاطر کا وظیفہ ہے، وہ جہاں بھی رہے اپنے بڑوں سے مربوط رہ کر علم وکتاب کی روشنی بکھیرتے رہے، انہوں نے بے ضرر بلکہ نافع بن کر ثابت کیا کہ حقیقی چراغ وہی ہے جس کی روشنی سے تیرگی کے پردے چاک ہوتے ہوں، اور وہ صلہ سے بے پرواہ ہوکر اجالا تقسیم کرتا ہو، ذیل کا یہ شعر اُن پر صادق آتا تھا۔

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہاں اک چراغ جلا دیا

مولانا مرحوم کی شخصیت کے تعمیری عناصر میں غور کرنے اور ان کے روز وشب کے معمولات کا گوشوارہ دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں انہوں نے ظاہری علوم وفنون کو محنت سے پڑھا پڑھایا تھا، دوسری طرف اپنے باطن کو نکھارنے وسنوارنے اور معرفت کی سرد انگیٹھی کو گرمانے سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے

روحانی مشائخ میں مخدوم العالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمہم اللہ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند جیسے عارفین وکاملین شامل ہیں، جن کی توجہات وبرکات نے آپ کے فیضان علم کو روشن جہات عطا کی، درحقیقت یہ ایسا طریق ہے جسے اختیار کرنے سے آدمی کندن بن جاتا ہے اوراس کے دل کی دنیا جاگ جاتی ہے۔

شریعت وطریقت کے اسی سنگم نے ہمارے ممدوح کو مجمع الحسنات بنا رکھا تھا، اسی لئے ان کی محبوبیت بھی ماسوا تھی، انہوں نے مختلف مدارس میں تدریس وانتظام کے حلقے سجائے، لیکن ان کا سب سے طویل پڑاؤ رائے پور کے معروف ادارہ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں ہوا، جہاں تقریباً چار دہائیاں انہوں نے میراثِ علم کی تقسیم میں اس طرح گزار دی کہ نہ کسی سے شکوہ نہ گلہ، بلکہ راضی برضا اور اپنے کام سے کام رکھنے کی ڈگر پر چل کر سرمایۂ آخرت تیار کرتے رہے، اور جب زندگی کی شام ہوئی تو مؤمنانہ شان کے ساتھ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

مجھے یہ تحریر کرتے ہوئے بے پناہ خوشی ہو رہی ہے کہ ایسے جید الاستعداد عالم وفاضل مربی استاذ بلکہ عارف باللہ بزرگ شخصیت کی صفات وخدمات کو زیب قرطاس کیا جارہا ہے، جن کے نقوشِ حیات بعد والوں کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، اس سے پس آئندگان کو روشنی میسر آتی ہے اور آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے، اس مبارک خدمت کے لئے آپ کے احسان شناس اہل تعلق تلامذہ خصوصاً آپ کے پسر خوش اثر محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب عماد پوری تحسین وتبریک کے مستحق ہیں۔ فجزاھم اللہ خیرا

اسلاف کی روایت کے امین

از: مولانا محمد شمعون مظاہری مدرس مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . أما بعد!

وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا.

حدیث بالا میں سید الانبیاء والمرسلین نے امت کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ علم اور اہل علم کی قدر کریں اور علماء کو خدا تعالیٰ شانہ کی عظیم نعمت سمجھیں، چونکہ اللہ تعالیٰ شانہ جب علم کی نعمت سے اس دنیاء کو محروم کرنا چاہیں گے، تو سب سے پہلے علماء کو 8 اٹھائیں گے، اور علماء چونکہ علم الٰہی کا جوہر اپنے سینوں میں لئے ہوئے ہیں، جب وہ دنیا سے رخصت ہو جائیں تو دنیا میں تاریکی وگمراہی پھیل جائیگی اور دنیاء علم سے محروم ہو جائے گی، تو لوگ جاہلوں اور بے علموں کو اپنا پیشوا بنائیں گے ان سے مسائل معلوم کریں گے، تو قرآن وحدیث کے علم سے بے خبر لوگ جہالت سے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے، جیسا کہ مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ عبداللہ ابن عمروؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ شانہ علم کو نہیں اٹھائیں گے بلکہ علماء کو اٹھائیں گے، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنائیں گے اور اُن سے مسئلہ معلوم کئے جائیں گے، اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

فائدہ: حدیث پاک سے سبق ملتا ہے کہ علم دین کو سیکھیں، علم اور اہل علم کا مقام ومرتبہ سمجھیں اور نعمتِ علم کے فقدان پر افسوس کریں، اور اس نعمت سے محرومی کو امت کیلئے بڑی محرومی تصور کریں، دورِ حاضر میں ایسا کثرت سے ہو رہا ہے کہ بڑے بڑے علماء دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں، اور حدیث پاک کی تشریح ہمارے سامنے ظاہر ہو رہی ہے کہ ہر جانے والا اپنی جگہ خالی چھوڑ کر جا رہا ہے، بعد میں رہنے والے اُن جانے والوں کی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتے، تاکہ ضلالت وگمراہی کو دور کرنے کا کچھ سامان امت کو دستیاب رہے۔

ہمارے اس قرن میں علماء ربانیین کے دنیا سے رخصت ہو جانے کی اور سفر کر جانے کی ایک بڑی فہرست ہے، مختصراً یہ کہ اکابر دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور میں سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحبؒ اور مولانا پیر طلحہ صاحب صاحبزادۂ گرامی شیخ زکریاؒ اور حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، دورِ حاضر کا سانحۂ ارتحال ہے۔

اور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کے قدیم خادم التدریس صدر المدرسین استاذ حدیث حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قاسمیؒ ہمیں صدمۂ مفارقت دیکر مدرسہ ہٰذا میں تعلیمی سلسلہ میں مصروفِ عمل ہوتے ہوئے اس حدیث پاک ''من مات فی سبیل اللہ فھو شھید'' کا مصداق بن گئے، ہمیں اپنی شفقتوں ونصیحتوں سے محروم کر گئے اور مؤرخہ ۱۳؍ذی ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۴؍جون ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ کو صبح ساڑھے سات بجے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مگر سب کیلئے یہی بس ہے اور اسی پر سب کو صبر کا جام پینا پڑتا ہے، اور ''وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ'' اور ''کل نفس ذائقۃ الموت'' اور ''کل شیء

هالك الا وجهه ‘‘ کودہرا کر ’’ وبشر الصابرین ‘‘ کا جام پینا پڑتا ہے، پھر جو بھی جاتا ہے اپنے بعد کچھ نقوش چھوڑ کر جاتا ہے جو بعد والوں کیلئے موعظت وعبرت ہوتے ہیں، اگر بعد والے ان کو اپنے فائدے کے لئے اختیار کرنا چاہتے ہیں تو بے حد مفید ہوتے ہیں، اپنے اکابر ومشائخ اور اساتذہ کے وہ نقوش جو شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہیں ان کو اختیار کرنا چھوٹوں کیلئے خصوصاً بہت جلدی معرفت ربی کا سبب بنتے ہیں، اس لئے استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحبؒ کی کچھ باتیں جو بندے کے علم میں ہیں، جن کو دیکھا یا، حضرت سے سنا، بطور استفادہ تحریر کرتا ہوں، تا کہ مفید ہوں۔

(۱) سب سے نمایاں چیز جو بندہ نے حضرت کی زندگی میں دیکھی، وہ یہ کہ کبھی کسی کی برائی ان کی زبان سے نہ سنی، اگر دورانِ گفتگو کبھی کسی کا تذکرہ آ گیا تو فرماتے کہ چھوڑو کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۲) دوسری چیز اہل مدرسہ نے زمانۂ ملازمت میں حضرت کو جو بھی سبق دیا، کبھی آپ کی زبان سے کوئی اعتراض کا کلمہ نہیں سنا، بس یہ فرماتے تھے، ملازمت کرنی ہے مدرسہ کے نوکر ہیں۔

(۳) تیسری بات اکثر یہ فرماتے تھے کہ مدرسہ کی تنخواہ ہم سے حلال نہیں ہوتی۔

(۴) چوتھی بات اگر کبھی اہل مدرسہ کی طرف سے کوئی بات طبیعت کی ناگوار کی معلوم ہوتی، تو فرماتے کیا کروں میرا آب ودانہ نہیں چھوڑتا، ورنہ میں نے تو کئی مرتبہ لکھ کر بھی دے دیا۔

(۵) بعض مرتبہ حضرت والا کے ساتھ رابطہ مدارسِ اسلامیہ دار العلوم دیوبند کے تعلق سے سفر کرنا پڑتا، تو پورے راستہ میں ذکر وتسبیح کے علاوہ کوئی بات نہ فرماتے، مشکل سے کبھی ایک آدھ جملہ فرما دیتے۔

(٦) رابطے کی جانب سے جو خطوط آتے بعض مرتبہ ان میں حضرت والا کا نام

ہوتا، تو بندہ کو بلا کر کہتے سمجھ میں نہیں آتا، میرا نام کیوں لکھتے ہیں، مدرسہ کے ذمہ داروں کے نام یہ خط ہونا چاہیے، میں کون ہوں۔

(۷) گوشہ نشینی آپ کا وصف خاص تھا، دیکھنے میں آیا اگر کوئی ملاقات کے لئے آتا، تو فرماتے کیوں آتے ہو، وہ کہتا کہ دعا کیلئے، تو فرماتے ٹھیک ہے، جاؤ اگر وہ کچھ زیادہ دیر بیٹھتا، تو کہتے جاؤ بھائی ہم مدرسہ کے نوکر ہیں، ہمیں پڑھانا ہے، تیاری کرنی ہے، گویا دوسروں کے اس طرح بیٹھنے سے وحشت محسوس فرماتے کہ اس سے وقت میں حرج ہوتا ہے۔

(۸) ساتویں چیز دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے، اس کا بہت خیال فرماتے، کبھی گھنٹہ کی تبدیلی کا ارادہ ہوتا تو پہلے بلا کر اندازہ لگاتے کہیں جانا تو نہیں ہے، اگر اندازہ ہو جاتا نہیں جانا ہے، تو تبدیلی کا ذکر نہ فرماتے ورنہ فرما دیتے،

(۹) آٹھویں چیز چلنے میں آگے کو جھک کر چلتے تھے، جس سے تواضع اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل معلوم ہوتا تھا۔

(۱۰) کبھی حضرت والا قرض بھی لیا کرتے مگر وقت وعدہ پر ادا فرماتے، ورنہ ایک دو دن پہلے بلا کر معلوم کرتے کہ زیادہ تقاضہ تو نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ ہمارے اکابرین میں آج بھی ایسے لوگ اِس گئے گذرے دور میں ملتے ہیں جو چلے جا رہے ہیں ''اولئك آبائی فجئنی بمثلی'' اس لئے ہم چھوٹوں کو اور بعد والوں کو ان کا اچھا جانشیں بننے کا ارادہ کرنا چاہیے اور ان کی صفات حسنہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، تا کہ ان کو بھی ہم سے فائدہ پہنچے اور ہمارا بھی فائدہ ہو، اور بھی بہت سے صفات حسنہ حضرت کے اندر تھی مگر بندہ نے کچھ اقل قلیل عشر عشیر لکھ دیا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

وہ لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے

از: مفتی فیضان اللہ قاسمی استاذِ حدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے جہاں ابتدائے آفرینش سے ہی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے، اس دارِ فانی میں جو بھی آیا ایک دن اسے ضرور جانا ہے اور یہ قدرت کا اٹل فیصلہ ہے، جس کا اعلان قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے ''كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ'' کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس فیصلۂ خداوندی پر تسلیم و رضا اور قرآن کے ایک ایک لفظ بلکہ حرکات و سکنات پر یقین محکم کے باوجود کسی عزیز یا بڑی شخصیت کے دنیا سے رخصت ہونے پر دل کا رنجیدہ ہونا ایک فطری امر ہے۔

موجودہ زمانہ خود غرضی و مفاد پرستی کا دور شباب ہے جس کی وجہ سے ایک عام بے اعتمادی اور باہمی رسہ کشی کی فضاء ہے، ایسے حالات میں اگر کہیں ایسا مخلص شخص معاشرے میں موجود ہو جو دوسروں کے نفع و نقصان کو اپنا نفع و نقصان تصور کرتا ہو، تو ایسے شخص کا وجود معاشرے میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے، قحط الرجالی کے اس دور میں حضرت الحاج مولانا وقاری محمد ایوب صاحب قاسمی علیہ الرحمہ شیخ الحدیث وصدر مدرس مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کا ہمارے درمیان سے اس طرح اچانک رخصت ہو جانا ایک غیر معمولی حادثۂ فاجعہ ہے، جس کو فراموش کرنا آسان نہیں بلکہ اس کے لئے ایک مدت درکار ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ مرحوم ایسی خصوصیات کے ساتھ متصف تھے جو ایک عظیم انسان کی فطرتِ لازمہ ہوتی ہے۔

علمی صلاحیت و دینی صالحیت، منکسر المزاجی اور تواضع و انکساری، وسیع النظری و پاکیزہ نفسی، خوش اخلاقی و بلند ہمتی، مہمان نوازی و سخاوت قلبی، یہ مرحوم کی وہ صفات

تھیں جو انہیں مبدأ فیاض سے عطا ہوئی تھیں اور ان کی عمومی زندگی میں بھی نمایاں نظر آتی تھیں، مہمان نوازی کا وصف تو اس قدر غالب تھا کہ جب بھی کمرے میں حاضری ہوتی تو چائے تیار ملتی اور لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی بغیر چائے پیئے واپس نہ جانے دیتے تھے، یہ ان کی خردنوازی تھی۔

مولانا مرحوم کی شخصیت علم وعمل، تقویٰ وطہارت اور خلوص وللّٰہیت کی جامع تھی، ایسا مستغنی مزاج انسان اور توکل ورضا کا ایسا پیکر روز روز نہیں پیدا ہوتا بلکہ ؎

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

وہ ایک وسیع مطالعہ، مستحضر معلومات، پختہ نظر وفکر اور تفقّہ فی الدین وتصلّب فی العقائد کے حامل انسان تھے، وہ کتابوں کے رسیا اور مطالعہ کے عادی تھے، ان کی علمی مصروفیات اور مطالعہ میں انہماک کو دیکھتے ہوئے ملاقات کے لئے سوچنا پڑتا، یہی وجہ ہے کہ ان کی صحبت کم ہی میسر آتی، جب ان کا حجرہ میرے حجرے کے برابر میں تھا تو نظر رکھتا اور مناسب موقع دیکھتے ہی جا دھمکتا اور وہ بڑی بشاشت وخندہ روئی سے ملتے، مگر جب بعض عوارض کی وجہ سے مرحوم اوپر سے نیچے ایک کمرہ میں منتقل ہوگئے تو زیارت مشکل سے ہوتی، تاہم پھر بھی وقفے وقفے سے ملاقات ہوجاتی تھی۔

وہ اپنے اساتذۂ کرام اور مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے بے پناہ عاشق تھے، اس لئے جب بھی ان کے پاس بیٹھنا ہوتا تو اکثر اپنے اساتذہ وزمانۂ طالب علمی کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر تو گھنٹوں بھی کم پڑجاتے اور وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، چونکہ مرحوم کے بعض اساتذہ کی زیارت بندۂ ناچیز کو بھی نصیب ہوئی ہے جن میں سرفہرست استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہاریؒ جو علامہ بہاری کے نام سے مشہور تھے، حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب

کشمیریؒ، حضرت مولانا معراج الحق صاحب صدیقی اور حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ وغیرہ تھے۔

گرچہ میں نے ان کی زیارت سن رشد کو پہنچنے سے پہلے کی تھی اس لئے استفادہ سے تو محروم رہا، البتہ اس عمر میں حافظہ کے خرافات سے خالی ہونے کی بنا پر ان کے نورانی چہرے، رنگ وروپ، قد وقامت، چال وڈھال اور نشست وبرخاست کی تصویری جھلکیاں بندہ کے خالی ذہن میں محفوظ ہوگئیں، لہٰذا جب حضرت قاری صاحب مرحوم ان حضرات پاک طینت کا ذکر خیر کرتے تو بندہ بھی ان کی کسی خصوصیت ومشاہدہ کا تذکرہ کر دیتا، تو مرحوم میرے ساتھ باتوں میں مگن ومست ہوجاتے اور یہ بھول جاتے کہ میں کسی ہم عصر وہم درس سے نہیں بلکہ ایک ادنیٰ طالب علم سے محو گفتگو ہوں، یہ ان کی سادگی اور اپنے اساتذہ سے حسن عقیدت کی انتہا تھی۔

جب بات آ گئی حضرت علامہ بہاریؒ کی تو ان کے تعلق سے اپنے بچپن کا ایک 1
واقعہ یاد آ گیا اور وہ قریب ۱۹۸۶ء کی بات ہے، میں نے مادر علمی کی چہار دیواری میں قدم رکھا تو اس وقت میری عمر تقریباً آٹھ یا نو سال تھی جبکہ میرے بڑے بھائی مولانا امان اللہ قاسمی مرحوم مجھ سے دو سال بڑے تھے، ہم دونوں آپس میں بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے دوست بھی تھے گویا کہ ''ہم رکاب ہم مزاج'' کے مصداق تھے، جب بنتی تو دوستی پکی ہوتی اور جب بگڑتی تو میں چھوٹا اور وہ بڑے ہوتے تھے اور میں ان کے آگے سرنگوں ہوجاتا تھا۔

بہر حال! ایک روز والدۂ محترمہ زارہا اللہ شرفاً نے ہم سے کہا کہ مدرسہ میں ایک بہت بڑے بزرگ وعالم دین اور استاذ الاساتذہ ہیں وہ مستجاب الدعوات ہیں، ان کے پاس جانا اور دعاء کی درخواست کرنا، چنانچہ اگلے ہی روز ہم پتہ لگا کر ان کے کمرے تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، جا کر سلام کیا، اپنا تعارف کرایا اور دعاء کی

درخواست کی۔

چونکہ والدمحترم جناب حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب دامت برکاتہم استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند کا حضرت سے خاص تعلق تھا، اس لئے انہوں نے دعاؤں سے تونوازا ہی اس کے ساتھ مٹھائی کا ایک ڈبہ کھول کر ہمارے سامنے رکھ دیا جس میں عمدہ قسم کی برفی تھی اور کہا لو کھاؤ، پھر کیا تھا ہم نے نیک فالی لیتے ہوئے یہی سمجھا کہ ہمارے حق میں حضرت کی دعا بروقت قبول ہوگئی اور چونکہ ہم ابھی تکلف کے معنٰی سے بھی نا آشنا تھے، اس لئے ہم نے بے تکلف ہوکر خوب جی بھر کے مٹھائی کھائی اور ڈبہ تقریباً خالی کردیا۔

کمرہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ حضرت کو مٹھائی بہت پسند ہے اور زیارت کے لئے آنے والے حضرات تلامذہ اکثر مٹھائی کا ڈبہ پیش کرتے ہیں، اس لئے ہم نے آئندہ کا لائحۂ عمل بھی تیار کرلیا کہ اب ہر روز یہاں حاضر ہوکر دعائیں لینی ہیں اور اگلے ہی روز سے اس پر عمل بھی شروع کردیا، کئی روز گزرنے کے بعد ایک دن اچانک والدمحترم مدظلۂ العالی نے پوچھ لیا کہ سنا ہے تم دونوں حضرت کے پاس ہر روز جاتے ہو؟ چونکہ انکار کی گنجائش نہیں تھی اس لئے ہم نے اثبات میں جواب دیا کہ جی! دعائیں لینے کے لئے، تو فرمایا کہ دعائیں لینے کے لئے کبھی کبھی جاتے ہیں یا ہر روز لائن لگادیتے ہیں؟ پھر انہوں نے ہمیں دھمکایا، جب جاکر ہم نے وہاں جانا بند کیا، یہ پورا واقعہ جب حضرت قاری صاحب کو سنایا تو وہ بہت ہنسے۔

حضرت قاری صاحب اپنے اساتذہ واکابرین سے جس طرح غایت درجہ عقیدت رکھتے تھے ان کی زندگی پر اس کے گہرے اثرات بھی تھے، وہ اپنی مجلسوں میں اکثر ان کی یاد اوران کے تذکرے، ان کی تعریفیں اوران پر تبصروں میں رطب اللسان رہتے اور انہی کے رنگ میں رنگے رہتے تھے، ان کی زندگی سادگی واخلاق،

کردار واطوار، علم وعمل، صبر وتحمل، تواضع وانکساری، حلم وبردباری، امانت ودیانت داری اورتقویٰ وپرہیزگاری سے عبارت تھی۔

معاملات کی صفائی، معمولات کی ادائیگی، اوقات کی پابندی، اصول وضوابط کی پاسداری، بڑوں کا احترام، چھوٹوں پرمہربان اوراستغناء وبے نیازی، یہ ان کی زندگی کی وہ نمایاں تصویر ہے جسے پتھر کی لکیر کی طرح ذہن سے کبھی مٹایا نہیں جاسکتا اورنہ ان کی عنایتوں کو کبھی بھلایا جاسکتا ہے، جبکہ مصائب پرصبر ان کے دیگر اوصاف پر غالب تھا اور کبھی کبھی جوش میں آکر فرمایا کرتے تھے کہ صبر کرنا تو میری فطرت ہے، آخر میرے والدین نے میرا نام بھی تو ''ایوب'' رکھا ہے۔

وہ ہنسی ہنسی اور کبھی جوش وجذبہ میں بڑی گہری باتیں کہہ جاتے تھے، وہ خودغرضی اورتصنع وریاکاری سے دور، خودداری اورتقویٰ وپرہیزگاری سے قریب تر تھے، مدرسہ کے امورِ مفوضہ کو بڑی دیانت داری سے انجام دیتے اور درس وتدریس سے فارغ اوقات کو بڑے سلیقے سے نظام الاوقات کے مطابق صرف کرتے تھے، طلبائے عزیز کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ درپیش ہوتا خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، خواہ وہ تعلیمی ہو تربیتی حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ نہایت خندہ پیشانی وخوش اخلاقی سے پیش آتے، توجہ سے ان کے مسائل سنتے اور بڑے ہی خوش اسلوبی اورشفقت ومحبت کے ساتھ کوئی مناسب حل پیش کردیتے تھے، اور جب بھی طلبہ کے کسی پروگرام کی صدارت وسرپرستی قبول کرتے تو اسے آخر تک خوب نبھاتے اورحق ادا کردیتے تھے، ایسے مواقع پر انہیں دیکھ کر حضرت الاستاذ قاری سید محمد عثمان صاحب منصورپوری قدس سرہٗ کی یاد تازہ ہوجاتی اس لئے کہ اس وصف میں وہ بھی ضرب المثل تھے، غرض یہ کہ مرحوم کی عملی زندگی کے ہر پہلو میں اکابرین میں سے کسی نہ کسی کی جھلک صاف نظر آتی تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ رزق حلال ہو، حرام ومشتبہ روزی سے وہ کلی طور پر اجتناب کرتے تھے، ایک روز بندہ ان کے پاس موجود تھا کہ کچھ طلبہ انجمن سے متعلق مشورہ کے لئے حاضر خدمت ہوئے، حضرت ان سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ چلے گئے میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ طلبہ کی انجمنوں کے امور میں رہنمائی کرنا ہمارا فریضہ ہے، اس لئے کہ مدرسہ ہمیں صرف ان کی تعلیم ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ تربیت کی بھی تنخواہ دیتا ہے، لہٰذا وہ طلبہ کی تعلیم وتربیت، ان کی اصلاح وفلاح اور علمی وعملی، تعلیمی وتربیتی ترقیات ونشوونما کے لئے حددرجہ کوشاں رہتے تھے۔

ایک مرتبہ ان کے ساتھ دیوبند جانے کا اتفاق ہوا، تو میں نے محسوس کیا کہ حدودِ دیوبند میں داخل ہوتے ہی ان کے چہرے پر مسرتوں کے آثار نمایاں ہوجاتے اور توانائی میں اضافہ ہوجاتا اور مادر علمی میں قدم رکھتے ہی اپنے کو حرم میں محسوس کرتے اور اپنے اساتذہ کو یاد کرکے ان کے حجروں کی طرف اشارہ کرتے کہ اس میں فلاں اور اس میں فلاں استاذ کا قیام ہوتا تھا، اور پھر مختصر طور پر ان کی عادات واطوار اور امتیازات وخصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے جذبات سے مغلوب ہوکر چند منٹ کے لئے کلام کا سلسلہ منقطع کردیتے۔

جب بھی مرحوم کا دیوبند ورود ہوتا بندہ کے غریب خانہ پر ضرور تشریف لاتے اور گھر بیٹھ کر بڑے خوش ہوتے اور جو بھی ماحضر پیش کرتا بڑی بشاشت ورغبت کے ساتھ نوش فرماتے، چونکہ مرحوم میرے حقیقی پھوپھا جان جناب مفتی ذکراللہ صاحب مدظلہٗ العالی صدر مفتی وصدر مدرس مدرسہ نورالعلوم بہرائچ کے ہم درس تھے اس لئے ایسے مواقع پر ان کو ضرور یاد کرتے، چنانچہ حضرت والد محترم مدظلہٗ العالی کے سامنے بھی بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ ان کے زمانۂ طالب علمی کے واقعات کا تذکرہ کرتے

اور محظوظ ہوتے، اس طرح کافی دیر تک غریب خانہ پر ان ک ساتھ بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع ملتا اور والد محترم وقاری صاحبؒ کے درمیان اچھے تعلقات ہو گئے، لہٰذا جب بھی میں رائے پور سے دیوبند جاتا تو وہ حضرت قاری صاحبؒ کو ضرور یاد کرتے اور خیریت دریافت کرتے تھے، یہ مرحوم کی خصوصیت اور حسن اخلاق کا کرشمہ تھا کہ ان سے جس کا ایک بار واسطہ پڑ جاتا تو وہ اس کے ساتھ ایسی خندہ پیشانی، تواضع وانکساری اور نرمی وخیر خواہی کے ساتھ پیش آتے کہ ملنے والا ان کا گرویدہ اور دیوانہ ہوکر رہ جاتا تھا۔

آج حضرت قاری صاحبؒ ہمارے درمیان نہیں رہے مگر وہ ہمارے دلوں پر ایسے نقوش وتأثرات چھوڑ گئے جن کا مٹنا نہ صرف مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے، ہم نے ان کی صحبت سے بہت کچھ سیکھا اور پایا ہے، ان کے ذاتی افکار وخیالات اور انداز ونظریات سے کسی کو اختلاف ہوسکتا ہے مگر ان کی طہارتِ قلبی وپاکیزہ نفسی، ان کی امانت ودیانت، ان کی عبادت وریاضت، ان کی خوش اخلاقی ونرم گفتاری، ان کی تہذیب وشائستگی اور ان کی متانت وسنجیدگی وہ اوصاف تھے جن میں نہ کسی کو اختلاف تھا اور نہ اس کی گنجائش تھی بلکہ وہ متفق علیہ تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور قوم وملت خاص طور پر مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

وہ لوگ تھے جو راہِ وفا سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقش قدم چومتے چلیں

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

از: مفتی محمد انصار صاحب مظاہری استاذِ حدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی. امابعد!

مؤرخہ ۱۳/ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۴/جون ۲۰۲۲ء بروز سہ شنبہ بوقت ساڑھے ۷/ بجے صوفی زماں حضرت الاستاذ مولانا قاری محمد ایوب صاحب قاسمی عماد پوری علیہ الرحمہ کی وفات کی خبر نے پورے علاقہ سہارنپور خصوصاً قصبہ رائے پور واہل مدرسہ فیض ہدایت رحیمی اوران کے اعزاء واقرباء، متعلقین ومتوسلین، مریدین وتلامذہ کوانتہائی مغموم وسوگوار کردیا۔

حضرت الاستاذ ہرخوبی سے بخوبی متصف اور بعض اوصاف میں بڑے ممتاز تھے،خصوصاً اعتدال ومیانہ روی وخیرالاموراوساطہا کا پورے مصداق تھے۔

ہرقول وفعل،تقریروتحریر، درس وتدریس میں حتی کہ نماز ودعاء،سری یاجہری میں اعتدال کا اہتمام وخاص خیال فرماتے تھے، آپ کا ہرقول وفعل ہرقسم کی تصنع سے خالی، صبر واستقامت میں مثل جبل، امانت ودیانت میں نمونۂ اسلاف اور سنت وشریعت کے عادی تھے،حتیٰ کہ جب آپ پیدل چلتے سنت نبوی کا مظہر ہوتے، گویاکہ بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں،صلاحیت وصالحیت کاسنگم،باوقارجیدالاستعداد ہرفن سے مناسبت ومہارت،تحریرشکستہ اندازی کی جس سے اس وقت کم لوگ واقف ہوتے ہیں، رہن سہن، کھانا پیناسادہ عموماً معمولی حیثیت کا ہوتا، کہ مدرسہ کے کھانے پر بکثرت کفایت فرماتے، علاقائی وگروہی، تنگ نظری وعصبیت سے بالاتر، یکسوئی وتنہائی کے خوگر،سنت وشریعت کے پیکر، علماء اسلام کے رہبر، زہدوتقوی وخوداری،

قبولیت دعا جیسی اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔

فن تاریخ پر حضرت والا کا وسیع وعمیق گہرا مطالعہ تھا، رسائل وجرائد، اسلاف کی سوانح حیات وملفوظات مدرسہ کے خارجی اوقات میں آپ کا خاص مشغلہ تھا، اسی کا نتیجہ واثر تھا کہ لاک ڈاؤن کے زمانہ میں جبکہ مدرسہ بالکل بند تھا، آپ پابندی واہتمام سے مدرسہ تشریف لاتے اور مطالعہ میں پوری طرح محو ومشغول رہتے، حضرت والا کی سادگی اور اپنے اساتذہ سے محبت کا عالم یہ تھا کہ طبیعت کی سادگی کی وجہ سے ابتدا ہی سے ہاتھ کی گھڑی وقلم جیسی چیزیں جیب میں نہ رکھتے تھے، اور فرماتے تھے میرے مشفق کرم فرما استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مظاہر علوم نے ایک بار ہاتھ میں گھڑی دیکھ کر فرمایا تمہیں زینت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، تم تو خود ہی آراستہ ہو، اسی وقت سے گھڑی وقلم جیسی چیزوں کا شوق ختم ہوگیا، حتی کہ حضرت کو کپڑوں میں پیوند لگوا کر پہننے میں کوئی عار محسوس نہ ہوتی، بلکہ فخریہ فرماتے کہ جو مولوی کپڑوں میں پیوند کو برا سمجھے میں تو اس کو مولوی نہیں سمجھتا ہوں، کیونکہ وہ سنت وشریعت سے دور ہے بلکہ نابلد ہے۔

حضرت والا کو چائے پینے کا ایک خاص ذوق تھا، اس کی وجہ بھی فرماتے، یہ بھی میرے استاذ محترم کی دین ہے کہ مظاہر علوم میں دوران تعلیم والد صاحب تشریف لے گئے، میں نے استاذ صاحب سے والد صاحب کا تعارف کرایا تو انہوں نے چائے کیلئے پیسے دیئے اور فرمایا یہ لو پیسے، والد صاحب کو چائے پلاؤ اور پایہ بھی کھلاؤ، اور فرمایا چائے پیکر سہارنپور کے پانی میں رطوبت ہے، بس تبھی سے چائے کا ایک ذوق پیدا ہوگیا، حضرت والا اپنے اساتذہ اوران کی شفقتوں کا تذکرہ بڑے ادب واحترام سے فرمایا کرتے تھے، کبھی فرماتے بس اب مظاہر علوم ودار العلوم میں فلاں فلاں استاذ حیات ہیں، باقی سب چل بسے، کبھی ایام تعطیل میں صرف اپنے اساتذہ سے ملاقات

کیلئے سفر فرماتے، حضرت کے سبق میں بڑی برکت محسوس ہوتی تھی کہ کم وقت میں سبق کی کافی مقدار پڑھا دیتے، اولاً سبق کی جامع انداز میں تقریر فرماتے تھے، سبق کے متعلق ضروری، بنیادی نکات وحل عبارت پر توجہ فرماتے، پھر سبق کا ترجمہ اور مفہوم سمجھاتے تھے کہ طلبہ اسی وقت پوری طرح مطمئن ہو جاتے تھے۔

سبق کی ایک مقدار پڑھانے کے بعد وقت معلوم کرتے، درس میں اس کا خاص خیال فرماتے کہ اپنے گھنٹہ وسبق میں وقت پر جاتے اور گھنٹہ ختم ہونے میں زائد وقت ہوتا تو فرماتے چلو اور دیکھ لو، تھوڑا اور پڑھ لو، اور مزید سبق کا خاصہ حصہ پڑھا دیتے، پھر بھی گھنٹہ پورا ہونے میں اتنا وقت باقی رہ جاتا کہ طلباء اس سبق کو دہرا سکیں، اور کچھ معلوم کرنا ہو تو معلوم کر سکیں۔

سبق پورا فرماتے کسی دوسرے استاذ کے گھنٹہ کا وقت نہیں لیتے تھے، مقامات حریری کتاب بھی ایک عرصہ آپ کے زیر درس رہی، اس وقت حضرت اس کے درس کا بڑا اہتمام فرماتے، اور اٹھارہ بیس مقامے تک کتاب حسب نصاب پھر سبع معلقہ شروع فرماتے، ہر لفظ کی لغوی صرفی، نحوی تشریح وتحقیق لکھواتے، اور ہر لفظ قرآن وحدیث سے یا کسی اشعار سے اس کا استعمال واشتہار پیش فرماتے، اور ہر ایک کو یاد کرانے اور سننے کو فرماتے، اور وقت میں برکت ایسی تھی کہ ایک گھنٹہ سے کم وقت میں آدھا اور کبھی پورے مقامہ کی لغوی، صرفی، نحوی تحقیق وتشریح لکھوا کر ترجمہ کرا دیتے، اور وقت کی برکت کے متعلق کبھی طلبہ سے یہ جملہ خود ہی فرماتے اس مقامہ کو لکھ لو اور پڑھ لو، دیکھنا یہ وقت کی برکت تمہاری کرامت ہو جائیگی یا میری ہو جائیگی۔

مقامات کے بعض غیر مناسب مضامین پر خصوصاً سبع معلقہ میں شعراء پر غیرتِ ایمانی اور حیاء ایمانی کے سبب حضرت بہت غصہ ہو جاتے، ایسے ہی جلالین جلد ثانی میں مصنف علامہ جلال الدین محلیؒ کے بعض مقالہ پر اسرائیلی روایات ذکر کرنے پر خوب

غصہ ہوجاتے، اس طرح کاتبوں کے سہو ونسیان پر ان کو بڑا سخت وسست فرماتے۔

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے درس وتدریس کا خاص جذبہ وملکہ عطاء فرمایا تھا، اپنے اکتیالیس (۴۱) سالہ تدریسی زمانہ میں اکثر کتب درسیہ متعدد بار پڑھانے کا موقع ملا، البتہ بکثرت آپ کے متعلق اسباق میں ہدایہ کی چاروں جلدیں، مقامات حریری، شرح عقائد نسفی، بیضاوی، ترجمہ قرآن، بخاری شریف اور مسلم شریف زیر درس رہیں، مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں جب تک دورۂ حدیث کی تعلیم کا آغاز نہیں ہوا تھا، حضرت والا کو حدیث شریف پڑھانے کا خاص جذبہ تھا، بڑی کوشش وکڑھن ولگن تھی کہ کاش مدرسہ ہذا میں صحاح ستہ کا درس شروع ہوجائے، حدیث شریف کی خاص خدمت کا موقع مل جائے، حتی کہ فرماتے کہ فلاں فلاں مدرسہ کے مہتمم صاحبان حدیث شریف کی خدمت کیلئے مجھ ناکارہ کو چاہ رہے ہیں، مگر یہ سلسلہ اسی مدرسہ میں شروع ہوجائے تو بہتر ہو، اور بکثرت ذکر فرماتے، اس مدرسہ کی نشست ثانیہ کے اول مہتمم حضرت مفتی عبد العزیز رائے پوریؒ نے دورۂ حدیث شریف کی تعلیم شروع کرانے کی مکمل تیاری فرمائی تھی، کتب دورۂ حدیث جمع فرما کر اساتذہ کے درمیان تقسیم اسباق کا خاکہ بھی بنالیا تھا، مگر ذمہ دارانِ مدرسہ کو کیا مصلحت تھی کہ شروع نہیں فرماتے تھے، حضرت والا طلبہ عزیز پر بے حد شفیق وکریم، مہربان وملنسار اور نرم خو تھے، ان سے ہر قسم کی خدمت سے احتراز فرماتے الا یہ کہ کوئی خوش قسمت آکر چائے بنادیتا، طلبہ کی امانتیں ابتداء زمانہ کی طرح سے اب تک اہتمام سے جمع کرتے، پھر ڈائری میں اس کا مکمل حساب ونظام لکھتے رہتے، حسب ضرورت وقت پر ادا کرنے کا پورا خیال فرماتے۔

طلباء کی انجمنوں ولائبریریوں کی نگرانی وسرپرستی کرنا، ان کے ہفتہ واری پروگرام وافتتاحی واختتامی پروگرام کی مکمل ترتیب قائم کرتے، جمعرات کی شب میں

تعطیل ہونے کے باوجود اہتمام سے اول تا آخر صدارت وسرپرستی فرماکر اخیر میں وعظ ونصیحت اور دعاء فرماتے، حتی کہ طلبائے عزیز کی کوئی انجمن وپروگرام علاقائی یا بیرونی حضرت والا کی صدارت یا سرپرستی سے خالی نہ ہوتا، گویا کہ آپ سب کے ہر طرح سے معتمد ہوتے اور آپ پر سب کا اتفاق ہوتا، باری تعالی نے حضرت والا کے ان اوصاف حمیدہ سے آپ کی اولاد واحفاد کو بھی خوب نوازا ہے، ان کو بھی باری تعالیٰ نے علم وعمل کی درستگی وسادگی اور صالحیت وصلاحیت دیکر ''الولد سر لابیه'' کا مصداق بنایا ہے کہ وہ بھی حضرت کے تلامذہ کی طرح حضرت کیلئے بہترین صدقۂ جاریہ ہیں، باری تعالیٰ حضرت والا کی بال بال مغفرت فرمائیں، درجات عالیہ نصیب فرمائیں، ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی آخرت درست کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین

عارف باللہ اور حقیقی درویش کی رحلت

از: مفتی محمد خورشید صاحب مہتمم مرکز التعلیم والتربیۃ الاسلامیہ کھجناور ضلع سہارنپور

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ سابق استاذ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائپور کے علم وفضل اور کمالات سے کون واقف نہیں ہے، آپ حدیث وتفسیر کے مایہ ناز استاذ تھے، آپ کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی ہے کہ آپ کو درجہ اولیٰ سے لے کر درجہ اعلیٰ تک تمام کتابوں کے افہام وتفہیم پر دسترس تھا، حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ احقر کے بھی استاذ تھے، احقر نے آپ سے شرح عقائد اور جلالین کا درس لیا ہے، حضرت والا نور اللہ مرقدہ کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی تھی کہ جس طرح آپ علوم حدیث وتفسیر کے کامل استاذ تھے، اسی طرح آپ تزکیۂ قلوب، تہذیب 6 نفوس، مربیانہ صفات میں کامل تھے، آپ نور اللہ مرقدہ میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آجاتا تھا، آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اتر جاتی تھی، استاذ محترم حضرت مولانا محمد ایوب صاحب نور اللہ مرقدہ شریعت مطہرہ کے اسرار ورموز سے آگاہ اور روشناس عالم دین تھے۔

حضرت مولانا مرحوم کی شرافت نفسی کا یہ عالم تھا کہ تمام مواقع پر آپ کی طبیعت سے اظہار عبدیت اور کسر نفسی وتواضع کا ظہور ہوتا تھا، آپ شہرت اور ریاکاری کو انتہائی ناپسند فرماتے تھے، حضرت والا بے شمار خوبیوں کے مالک تھے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ سلف صالحین کی یادگار تھے، آپ نے کبھی کوئی بڑائی کا لفظ استعمال نہیں کیا، آپ نے اپنے آپ کو اس حد تک فنا کر دیا تھا کہ آپ نقصان برداشت فرماتے مگر کبھی کسی سے ٹکراتے نہیں تھے، آپ خوش خلق انسان تھے، سب کی عزت فرماتے تھے،

آپ معرفت کے شناور تھے، علم کے بحر ذخار تھے، مگر آپ نے کبھی اس کا اظہار نہیں فرمایا، آپ تواضع کی بنا پر اپنے آپ کو ہمیشہ چھپاتے رہے، اور آپ نے عملی طور سے حدیث مبارکہ ''من تواضع للہ رفعہ اللہ '' پر عمل کر کے دکھلایا ہے۔

آپ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائپور میں تقریباً ۵۰ رسال تک درس وتدریس کی خدمت بغیر کسی حرص وشہرت کے بخوبی انجام دیتے رہے، آخر میں میں اپنی بات کو علامہ اقبال کے شعر اور چند دعائیہ جملوں پر ختم کرتا ہوں ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال سے مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور اور آپ کے لاکھوں شاگرد ومتعلقین ہیں، سبھی آپ کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

خورشید احمد
مہتمم وبانی مرکز التعلیم والتربیۃ الاسلامیہ کھجناور

علم وعمل کا نجم تاباں

از: مولانا فتح محمد صاحب ندوی کھجناوری

سجا کے فرصتیں اپنی پرانے کاغذ پر
عجیب لوگ تھے ایک داستان چھوڑ گئے

سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہاں سے بات شروع کروں، کیسے اپنے غم کا اظہار کروں، جب سے ولی مرتاض حضرت مولانا ایوب صاحب قاسمی مرحوم کی وفات کی خبر سنی ہے، دل ودماغ اور روح پر ایک مایوسی اور پژمردگی چھائی ہوئی ہے، بلکہ نس نس میں کرچوں کی چبھن اور ٹیس محسوس ہورہی ہے، ماتم کا ایک سلسلہ ہے جو ختم نہیں ہورہا ہے، روح اور روحانیت کی بافیض اور مشک بار محفلیں سونی ہوتی جارہی ہیں۔

اکیسویں صدی کے ان پچھلے تین سالوں میں آسمانِ علم وعمل کے وہ روشن ستارے جن کی چمک سے ایک جہان منور تھا، وہ ایک ایک کرکے ٹوٹ رہے ہیں، دکھ ملال اور افسردگی کے ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں سوائے خدا کی ذات کے کوئی سہارا اور مددگار نہیں، کوئی غم کا مداوا کرنے والا نہیں، صرف خداوند قدوس کی ذات وصفات ہی ہمارے اس درد کا درماں کرسکتی ہے۔

ایک دل ہے اور طوفان حوادث اے جگر
ایک شیشہ ہے کہ پتھر سے ٹکراتا ہوں میں

حضرت مولانا محمد ایوب قاسمی صاحبؒ کے نام سے شناسائی تقریباً پچیس سال پہلے ہوگئی تھی، آپ کے بڑے بیٹے مولانا محمد طیب صاحب قاسمی ہمارے حفظ کے استاذ ٹھہرے، تو ان کے واسطے سے کان ان کی عظیم شخصیت سے مانوس ہوگئے تھے،

دید کا باضابطہ شرف دارالعلوم دیوبند میں ہوا، غالباً دو ہزار کے آس پاس جب میں دارالعلوم دیوبند میں زیر تعلیم تھا، آپ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے، اتفاق سے ہم آپ کی معیت میں دارالعلوم وقف میں کسی صاحب سے ملاقات کے لیے گئے تھے، راستہ میں آپ کے استاذ محترم حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہ چہل قدمی کررہے تھے، بڑے تپاک سے استاذ شاگرد ایک دوسرے سے ملے، مولانا انظر شاہ صاحب نے فرط محبت میں فرمایا کہ یہاں دارالعلوم وقف میں آجاؤ اور بڑی کتابیں پڑھاؤ، یہاں مواقع زیادہ ہیں، استاذ کے اپنے شاگرد سے اس بلا کہ علمی اعتماد اور وثوق پر میں نے مولانا ایوب صاحب سے معلوم کیا، تو فرمایا کہ ہم نے مولانا انظر شاہ صاحب سے جلالین شریف پڑھی ہے۔

آپ کی مجلسوں میں نیازمندی کا یہ سلسلہ تقریباً پچیس سال پہلے شروع ہوا تھا، آپ کی وفات تک جاری وساری رہا، کبھی تجدید مراسم کی نوبت ہی نہیں آئی، اور نہ 2
آپ کی چشم عنایت میں کبھی کوئی فرق محسوس کیا، بلکہ میرے ساتھ بہ شمول آپ کے دیگر اہل خانہ کے لطف وکرم اور شفقت ومحبت کا معاملہ ایسا رہا ہے جس کے بیان کے لئے تمام الفاظ اور تعبیرات تشنہ ہی تشنہ معلوم ہوتے ہیں۔

کچھ نیک دل شخصیتیں اس سرزمین پر ایسی پاکیزہ صفات کی حامل ہوتی ہیں کہ ان کے وجود سے انسانی محشر خیال میں تازگی اور توانائی، شعور کو بصیرت، بالیدگی اور افکار تازہ نصیب ہوتے ہیں، حرکت حیات میں جوش اور نیا ولولہ پیدا ہوتا ہے، انسانی اقدار کو فروغ اور اخلاقی معیار کو بلندی اور صالح غذا فراہم ہوتی ہے، یہی نہیں وہ لوگ چمن کے رازدہ اور ایسے دانائے راز ہوتے ہیں، جن کے وجود سے پورے زمانہ کو خیر اور بھلائی کی سوغات ابر نیساں بن کر برستی ہے، ساتھ ہی ان کے پاس علم کے ساتھ عرفان، بصارت کے ساتھ بصیرت، اور ایسی نظر ہوتی ہے جو قطرہ میں دریا اور ذرہ میں

صحراء دیکھنے کا ہنر رکھتی ہے۔

لاریب ہمارے ممدوح حضرت مولانا محمد ایوب صاحب قاسمی ایسے ہی قدسی صفات اور فقیر منش آدمی تھے، جن کے وجود کی اس عہد کو اشد ضرورت تھی، کیونکہ ملک اور ملت کے اس وقت جو حالات ہیں وہ انتہائی کرب اور اضطراب سے بھرے ہوئے ہیں، مزید جو لوگ ملت کی بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہچانے کی کوشش میں مصروف عمل ہیں، ان میں سے اکثر پر مادیت پرستی اور اقرباء پروری کے غلبہ کا رجحان ہے، تیرگی اور تاریکی کے اس دور میں اس آتشیں قلب میں ایمانی حرارت اور حرکت حیات میں جوش کی امید صرف ایسے ہی صاحبِ دل طبقہ سے لگائی جاسکتی ہے، جو بظاہر دنیا سے بے نیاز ہو کر خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات میں مصروف ہو، لیکن حقیقت میں اس طبقہ کے پاس جو نظر اور نظریہ ہوتا ہے اس سے وہ دنیا کے احوال و کوائف پر پوری آگاہی رکھتے ہیں۔

دنیا میں جب بھی کوئی انقلاب آیا ہے انہیں بوریا نشینوں کے دم قدم سے آیا ہے، حالانکہ کچھ مذہب بیزار دانشور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ روایتی لوگ ہیں، یہ خانقاہوں کے خاک نشین دنیا کے بدلتے ہوئے حالات سے کیا باخبر ہوں گے، انہیں میدان کارزار کی حقیقت کیا معلوم، میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کے پاس وہ ضرب کلیمی ہے، جس نے بنی اسرائیل کے سینوں میں اسلام کے جذبہ کو پروان چڑھایا، ان کے ذہنوں کو بیدار کیا، پھر انہیں لوگوں نے فرعون کے باطل نظام کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

حضرت اقدس مولانا ایوب قاسمی ایک قلندر صفت اور پیکر آخلاق عالم دین تھے، سادگی، گمنامی، علم و آگہی، عشق و مستی، جذب و فنائیت اور دیر تک خاموش رہنا ان کے مزاج اور عادت کا عنوان تھا، آپ کی پیدائش ۱۹۴۶ء کے آس پاس گاؤں

عماد پور ضلع سہارنپور میں ہوئی، یہ بستی عالم اسلام کے مشہور علم وعرفان کا مرکز رائپور سے ۲رکلومیٹر کے فاصلے پر مشرق کی جانب واقع ہے، آپ کے خاندان کا روحانی سلسلہ اور توجہ کا مرکز رائپور کے مشائخ ہی ٹھہرے، انہیں کی چوکھٹ سے آپ کے اجداد نے درس معرفت لیا، اور اپنے حریم قلب کو ان کے روحانی انوار سے پاک وصاف کر کے فیض کو متعدی کیا، بچپن ہی سے لاشعوری طور پر آپ بھی علم وعمل کے ان چشموں سے محظوظ ہوتے رہے، جب عمر کی پانچ منزلیں طے ہوگئیں تو گھر کے دینی ماحول کے سبب آپ کی مکتبی تعلیم کی بسم اللہ ہوئی، بلکہ اپنے گاؤں کے مکتب ہی سے حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

بعد ازاں عربی فارسی کی تعلیم کے لیے جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ تشریف لے گئے، جہاں آپ کی خوابیدہ صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے کے خوب مواقع میسر ہوئے، بلکہ فکر وشعور کو پاکیزگی اور سلیقہ مندی عطاء ہوئی، مزید تعلیم کی جستجو کا یہ سفر اور تشنگی حالات اور ماحول کے ساتھ ساتھ تیز سے تیز تر ہوتی گئی، علمی کی یہی شدتِ تشنگی آپ کو عالم اسلام کی شہرہ آفاق درسگاہ جامعہ مظاہر علوم میں لے آئی، یہاں آپ کو علم کے حصول کے ساتھ ساتھ جامعہ مظاہر علوم کے ناظم اعلیٰ اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے روحانی وارث حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب مظاہری نور اللہ مرقدہ کے بادۂ تصوف سے مے خواری کا خوب موقع ملا، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نے آپ کی صلاح وصالحیت اور نیک طبیعت پر اعتماد کرتے ہوئے اپنا خادم منتخب فرمالیا، تاہم حصولِ علم کے جذبۂ صادق نے آپ کو کسی جگہ مقید نہ رہنے دیا، دوسال یہاں گزارنے کے بعد پھر دارالعلوم دیوبند کے لیے عازم سفر ہوئے، آخر علم کا یہ رسیا اور شیدائی دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۹ء میں فراغت حاصل کر کے بامراد اور بافیض ہوا۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ مکمل طور سے علمی خدمات سے وابستہ

ہو گئے، درس وتدریس اور وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ تقریباً ۵۳ رسال تک جاری وساری رہا، ابتداء میں سات سال آپ نے اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب مظاہری نور اللہ مرقدہ کی صحبت اور مجالس سے استفادہ کی خاطر سہارنپور ہی رہ کر درس و تدریس سے وابستہ رہنا پسند کیا، اتفاق سے آپ کو مدرسہ شاہ بہلول سہارنپور میں پڑھانے کا موقع مل گیا، اپنے روحانی مرشد کی حیات تک آپ شاہ بہلول میں درس و تدریس سے مکمل انہاک کے ساتھ وابستہ رہے۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی وفات کے بعد آپ دوتین سال علاقہ کے دوسرے اداروں میں پڑھا کر پھر حضرت اقدس مولانا مفتی عبد العزیز رائپوریؒ کے اصرار پر آپ مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائپور میں استاذ مقرر ہوئے، تقریباً اکتالیس سال تک آپ نے یہاں تعلیمی خدمات انجام دیں، آپ کو اپنی زندگی میں یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے صحاح ستہ کی چند کتابیں چھوڑ کر درسِ نظامی کی اول تا آخر تمام کتب پڑھائیں، وفات سے قبل آپ کے متعلق بخاری شریف جلد ثانی اور مسلم شریف تھی، اس طرح آپ نے اپنی حیات مستعار کو کتاب وسنت کی تعلیم اور ترویج میں گزار کر اور ہزاروں تشنہ کامان علم کو سیراب کر کے دارین کی سعادت کا حصہ دار بنالیا۔

آپ کے علمی انہاک کی ایک بڑی صفت یہ تھی کہ کبھی غیر ضروری مصروفیات کو خاطر میں نہیں لائے، تمام عمر گوشہ گیر رہے، کبھی ایسے کسی کام میں دلچسپی نہیں لی جو درس وتدریس میں دخل در معقولات کا سبب بنے، ہمیشہ یکسوئی کے ساتھ علمی کاموں میں لگے رہے، کتابوں کے عاشق، مطالعہ کے رسیا بلکہ کتابوں سے حد درجہ عقیدت اور محبت ان کی زندگی کا حصہ تھی، اس زمانے میں ایسے بہت کم لوگ دکھائی دیتے ہیں جنہیں اپنے مشن سے اس درجہ جنوں شعاری اور وارفتگی رہی ہو، لاریب اس قحط الرجال دور میں آپ کی علمیت اور وسعت مطالعہ اور علم کی خاطر ایسی شیفتگی یقیناً نئی نسل

کے لیے نہ صرف قابل قدر نمونہ ہے، بلکہ ان کے اشہب شوق کو مہمیز کرنے کے لیے اعلان اور عنوان بھی ہے۔

دورانِ تعلیم ہی آپ کو حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب مظاہری سابق ناظم مظاہر علوم کی صحبت اور چشم عنایت سے روحانی تعلیم سے قلبی وابستگی ہو گئی تھی، مزید روحانی کسب وکمال میں جلاء پیدا کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، منازلِ سلوک طے کئے بلکہ علم وعرفان کے اس دریائے بیکراں سے خوب فیض حاصل کیا، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کی وفات کے بعد دل میں سلگ رہے حصولِ معرفت کے جذبہ کسی نگاہ یار کی ضرورت تھی، طبیعت پر چونکہ حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کا غلبہ تھا، تلاشِ بسیار کے بعد حضرت تھانویؒ کے سلسلہ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ (جو خلیفہ ہیں حضرت اقدس مولانا محمد سراج صاحب امروہویؒ کے اور مولانا محمد سراج صاحب حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے ہیں) کو روحانی مرشد طے کیا، رموز طریقت سے پہلے ہی آگاہی ہو چکی، مرشد نے پہلی ہی ملاقات میں خلعت خلافت عطاء فرما دیا، اپنے شیخ کی تعلیم کو متعدی کرنے کے لئے وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کے دلوں کی بجھی ہوئی شمع معرفت کو روشن کرنے کا کام انجام دیا۔

آپ کا دل تقویٰ و پرہیز گاری کی جوت اور خوشبو سے آباد وشاد تھا، یوں بھی تقویٰ انسانی زندگی کا سب سے قیمتی اور گراں قدر تحفہ ہے، سچ بات یہ ہے کہ جس دل میں تقویٰ کی روشنی اور چمک نہیں اس دل میں خدا ترسی کا جذبہ پروان نہیں چڑھتا، آپ کی عادت تھی کہ مدرسہ کے اوقات میں اگر کوئی شخص اپنی ذاتی بات کرنا چاہتا تھا تو آپ سختی سے اس کو منع فرماتے تھے، ایک مرتبہ مدرسہ کی شوریٰ کے چند لوگ آپ کے پاس کسی معلومات کے لیے تشریف لائے، آپ نے فرمایا کہ مدرسہ کے انتظام کے

حوالے سے میں کوئی گفتگو نہیں کرسکتا، میں صرف ایک مدرس ہوں تعلیم کے حوالے سے گفتگو میں کوئی حرج نہیں، مزید اگر کوئی اہم بات کرنی بھی ہے تو مدرسہ کے اوقات میں بات نہیں کرسکتا۔

بیماری سے پہلے آپ کی جمعہ کے دن عمومی مجلس لگتی تھی، استفادہ کی غرض سے علاقہ کے لوگ آتے تھے، ان میں سے بعض مدرسہ کو چندہ بھی دیتے تھے، بیماری کے ایام میں آپ کے متوسلین گھر پر تشریف لانے گے، وہ لوگ وہیں آپ کے مدرسہ میں چندہ دینے کی کوشش کرتے تو آپ ان مخیرین سے سختی سے فرماتے کہ اس مدرسہ کی رسید مت بنوانا، میں جہاں مدرس ہوں وہیں چندہ دینا، ورنہ یہ میرے لیے امانت میں خیانت ہوگا کہ اپنے مدرسہ کے فائدے کے لیے کام کررہا ہوں، اسی طرح آپ کی طرف سے ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ میری ذات سے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے، کسی کی دل آزاری نہ ہو، اس میں حد درجہ احتیاط کرتے تھے، جب آپ مدرسہ سے گھر جاتے تھے تو تمام عمر سائیکل سے یا پیدال جاتے تھے، راستے میں اگر کوئی یہ کوشش کرتا تھا کہ میں اپنی سواری پر چھوڑ آؤں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتے، غرض حد درجہ غیور اور بے ضرر انسان تھے۔

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کے اوصاف کا خلاصہ بلکہ آپ کی سیرت کا مرقع اور جامعیت وہ آپ کا تقویٰ، اتباعِ سنت، بلکہ مستحبات اور آداب تک رعایت، معاملات کی درستگی، شریفانہ اطوار، عجز وانکساری، آسمان کی بلندیوں پر رہتے ہوئے زمین سے مضبوط رشتہ، کم گو، کم گفتار، مہمان نواز، شہرت وناموری سے نفرت، ہر حال میں صبر اور شکر پر قائم رہنا، آپ کی زندگی کا پختہ نشان تھا۔

استاذ محترم مولانا محمد طیب صاحب قاسمی دامت برکاتہم کے لئے یہ حادثہ بڑا غموں کا پہاڑ بلکہ جاں سوز ثابت ہوگا، دوسال قبل جواں سال بیٹے کا انتقال ہوا، اب

والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، تاہم اس وقت بھی آپ نے کمال صبر، ہمت و استقلال اور استقامت سے اس جاں گداز حادثہ کا مثالی پیکر بن کر مقابلہ کیا تھا اور اب والد مرحوم کے انتقال پر بھی آپ کا حوصلہ اور صبر وضبط واقعی قابل نمونہ ہے۔

وہ ہے محبت اور یقین کے شعلہ ان کے دل ہر خس و خاشاک کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ دل سوختگی اور خود باختگی کا نمونہ ہے۔ ان کی صحبت کیمیا اور اکسیر کی تاثیر ہے۔

3

چند امتیازی اوصاف وخصوصیات

از: مولانا محمد فرقان صاحب مدرس مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
گر خواہی داشتن داغ ہائے سینہ را

حضرت اقدس قاری محمد ایوب صاحب نوراللہ مرقدہ کی جامع صفات شخصیت اور آپ کے علمی کمالات اور مطالعاتی انہماک اور درس وتدریس سے شغف کا اگر مکمل احاطہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، طوالت کے خوف سے آپ کی زندگی کی اہم صفات اور خصوصیات کا ذکر مناسب ہوگا، آپ کا علمی انہماک اور کتابوں سے وارفتگی اس عہد میں قابل رشک تھی، وہ کسی بھی کتاب کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے 1
تھے جب تک خود وہ کتاب ہی آں محترم کو نہیں چھوڑ دیتی تھی، آپ کے مطالعاتی ذوق کا یہ منظر دیکھنے والے بہت سارے لوگ موجود ہیں کہ کتاب ہاتھ میں لئے ہوئے لیٹ جاتے تھے اور سو جاتے تھے، اور اس طرح کتاب ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی، بیٹھ کر، لیٹ کر اور سہارا لگا کر جیسے بھی ممکن ہوتا مطالعہ فرماتے تھے، تعلیمی اوقات کے علاوہ اِس محبوب مشغلہ میں اور اضافہ ہوجایا کرتا تھا۔

فیض ہدایت رحیمی کے وسیع کتب خانہ میں شاید و باید ہی کوئی کتاب بچی ہوگی جو ان کی نظر کرم سے نہ گذری ہو، رہ گیا معاملہ درسیات کا وہ اس کے اتنے پختۂ کار اور مضبوط اور قابو گرفتہ تھے کہ صرف چائے تناول فرمانے کے وقفہ میں ہی ہر چھوٹی بڑی کتاب دیکھ لیتے، اور انتہائی تسلی وانہماک سے درس دیتے تھے کہ طلبہ ان کی اس ادا پر دیوانے اور حد درجہ مطمئن رہا کرتے تھے، اور کمال ہے کہ برکت بھی عجیب رہا کرتی تھی

کہ کم وقت میں بھی سیر حاصل کلام فرما کر اکثر وقت سے پہلے ہی کتاب مکمل فرما دیا کرتے تھے، ان کی استعداد کے مستحکم و مضبوط ہونے کی یہ بہت بڑی سند اور حجت تھی۔

بیدار مغزی اور احساسِ ذمہ داری

آپ کی بے شمار اور انگنت صفا تہائے جلیلہ میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ کو اپنی ذمہ داری کے تئیں بھرپور احساس تھا، آپ اس عظیم ادارے کے صدر مدرس کے منصب پر فائز تھے، اس بڑی ذمہ داری کا آپ کو ہر وقت احساس تھا، بلکہ اس سلسلہ میں حد درجہ چست اور بیدار رہتے تھے، ایک مرتبہ احقر نے ششماہی یا سالانہ امتحان کے موقع پر ''قطبی'' کا پرچہ بنایا اور اس میں لکھ دیا ''پرچۂ امتحان قطبی شریف'' فوراً طلبی ہوگئی، مولانا عبدالماجد صاحب کے ذریعہ بلا بھیجا اور بڑے پیار و محبت سے سمجھایا، اور کہا کہ معلوم نہیں لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ''قطبی شریف، نحو میر شریف، فلاں شریف، فلاں 3
شریف'' ارے بھائی! شریف تو صرف قرآن وحدیث اور تفسیر ہے، یقینی شرافت و عظمت تو صرف انہیں کیلئے ہے، رہ گئے دیگر وسائل سوان کو وسائل تک محدود رکھنا چاہئے۔

نمونہ رواداری وعفو درگزر

صبر و شکیبائی، کم گوئی و خاموش مزاجی تو ان کی عادتِ مستمرہ تھی، پر اس کے ساتھ کبھی کبھار ان کا جلال و رُعب اور غصہ بھی عجب حیرت انگیز ہوا کرتا تھا، تاہم اس میں بھی کافی ٹھہراؤ سے کام لیتے، بے جا غصہ کا تصور ان کے یہاں سرے سے خارج تھا، ہر بات کو نرمی سے ٹالنے کے عادی تھے۔

حساسیت و نازک مزاجی

ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں انتہائی احتیاط برتنے کے عادی تھے، حاسدین اور فتنہ پَرور لوگوں سے حد درجہ چوکنا و بیدار رہنا ان کے کمال میں داخل تھا، ایک مرتبہ

لودی پور دعوت میں شرکت کرنی تھی، مولانا مصروف عماد پوری کے اصرار پر وعدہ کرلیا، یہ دعوت موصوف کے عزیزوں میں تھی، اتفاق کہ اس میں حضرت ناظم صاحب، حضرت مولانا محمد عباس صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب، صدرالمدرسین حضرت مولانا قاری محمد ایوب صاحبؒ اور برادرِ گرامی قدر مشفق و محسن حضرت مولانا محمد شمعون صاحب اور یہ فقیر و حقیر بحیثیت ڈرائیور اپنی کار سے ان علماء کو لے کر چلا، حضرت مرحوم قاری صاحب نے عجیب انداز سے فرمایا تھا ''ہاں بھائی مگر نگاہیں صرف ہم پر ہی ہوا کرتی ہیں، اس لئے بہت ڈر لگتا ہے'' اور یہ بھی غالباً کہا تھا کہ ایک دفعہ یہ تینوں حضرات اکٹھے ایک جگہ جارہے تھے، حضرت ناظم صاحب، مولانا محمد طاہر صاحب اور مولانا عبدالرشید صاحب اور عجب اتفاق کہ ان تینوں علماء کا ایکسیڈینٹ ہوگیا تھا (یہ غالباً ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے) اس سلسلہ میں آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ ملاؤں کی منافقت سے جتنا ڈرتا ہوں اتنا کسی چیز سے نہیں، اور یہ بھی 2
کہتے تھے کہ سیاسی لیڈران ایک ہوسکتے ہیں اور ہوجاتے ہیں، اپنے سب گلے شکوے دور کرلیتے ہیں، دن میں ایک دوسرے پر خوب کیچڑ اُچھالتے ہیں، ان کے برعکس ملاؤں میں منافقت زیادہ ہے، اللہ معاف فرمائے۔

اپنے اساتذہ سے حد درجہ محبت، خدمت گزاری کا بیحد خیال

۲۰۱۰ء کی بات ہے قصبہ بہٹ کے مدرسہ قصر العلوم میں آپ باقاعدہ اہتمام کے عہدہ پر براجمان تھے، مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا، مہمانِ خصوصی حضرت خطیب الاسلام مولانا محمد سالم صاحب قاسمیؒ جو حضرت کے خصوصی اساتذہ میں تھے اور آپ سے حضرت قاری صاحبؒ نے جلالین شریف پڑھی تھی (۱۰ر شعبان ۱۴۳۲ھ غالباً) مولانا محمد ایوب صاحب میرے پاس تشریف لائے اور بہت خوش تھے، فرمانے لگے

کہ ’’اگر ہمت کرلو اچھا وقت ہے بہت چلتے ہیں‘‘ میں نے کہا ضرور اور میں حضرت کو لے کر موٹر سائیکل سے بہت پہنچ گیا، ۲ رمنٹ پہلے حضرت خطیب الاسلام تشریف لا چکے تھے اور ہم چونکہ انہی کیلئے گئے تھے اس لئے ہماری تو مراد بر آئی، حضرت سے ملاقات کے لئے کمرہ میں گئے اور تعارف ہوا، اتفاق سے اہل جلسہ نے حضرت کا بہت زیادہ ٹائم لے لیا، تقریباً ڈھائی گھنٹے کے بعد حضرت خطیب الاسلام کو تقریر کیلئے مدعو فرمایا، اس بیچ حضرت بار بار تقاضہ فرماتے رہے مگر جلسہ کی انتظامیہ نے کوئی پَرواہ نہیں کی، خیر اس طویل وقفہ میں ہم طالب علموں کو حضرت سے براہِ راست علمی استفادہ کا ایک حسین موقع قدرتاً مل گیا۔ فالحمد علی ذٰلک کثیرًا

حضرت خطیب الاسلامؒ نے اپنے شاگرد حضرت قاری ایوب صاحبؒ سے پوچھا کہ ’’آپ نے مجھ سے کیا پڑھا تھا اور اب کیا پڑھا رہے ہو؟ محترم شاگرد نے عرض کیا کہ میں نے آپ سے ۱۹۶۷ء میں جلالین شریف اوّل پڑھی ہے اور اب الحمدللہ یہی کتاب رائے پور کے مشہور دینی مدرسہ (فیض ہدایت رحیمی) میں پڑھا رہا ہوں (اتفاق سے قاری صاحب کو ثقل سماعت تھا اور ادھر حضرت بھی انتہائی ضعیف العمری میں تھے، کانوں کو بالکل منہ سے لگا کر ہی کچھ سن پانا ممکن ہوسکا تھا، اور طرفین کی جانب سے قدرتاً یہ موقع احقر کے حصہ میں آیا تھا) اس پر حضرت نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک لطیفہ سناتا ہوں۔

کہ ’’میں ۱۹۶۴ء میں حج کیلئے گیا تھا، عرفات کے میدان میں اپنے خیمے میں تلاوتِ قرآن میں مشغول تھا، بڑی سخت گرمی اور تیز لو میں ایک بزرگ وارد خیمہ ہوئے اور بڑے تپاک سے بغل گیر ہوئے، انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں جمال لدین حقانی افغانستان سے ہوں، فلاں سنہ میں دارالعلوم پڑھ چکا ہوں اور اب فلاں مدرسہ میں جلالین شریف ہی پڑھا رہا ہوں، سورۂ تحریم کی ایک آیت کے سلسلہ

میں مجھے کچھ تحفظ ہے کہ مرد عورت پر حاوی ہے یا عورت مرد پر، آپ اس سلسلہ میں رہنمائی فرمائیں، میں نے کہا کہ حضرت میں تو کچھ نہیں جانتا، اس پر انہوں نے کہا کہ عورت مرد پر حاوی اور غالب ہے اور بطور استشہاد وثبوط فرمایا ''وَاِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ'' دیکھو اس مقابلہ میں اللہ پھر جبرئیل اور پھر تمام نیک مسلمان اور پھر اس سب کے بعد بطور مددگار فرشتے مذکور ہیں، یہ سنا کر آپ نے فرمایا کہ یہ قصہ مجھے آپ کے جلالین شریف پڑھانے پر یاد آیا اس لئے میں نے سنا دیا، اس کے علاوہ بھی بہت ساری علمی باتوں کے سوال وجواب ہوئے، اور اتفاق سے اس وقت مدرسہ کے ایک دوسرے استاذ حافظ جمیل صاحب بھی شریک مجلس ہوگئے تھے اور ریڑھی سے حضرت مولانا اختر صاحبؒ بھی، لیکن اصولاً ان چیزوں کا تعلق حضرت قاری صاحبؒ سے نہیں اس لئے ان کوترک کیا جاتا ہے، اگرچہ ہیں وہ بھی بہت دلچسپ چیزیں۔

حضرت مولانا قاری محمد ایوب صاحبؒ نے اپنے دوسرے استاذ حضرت مولانا سید فخر الحسنؒ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند کا واقعہ بارہا سنایا کہ میں ایک مرتبہ ان کے گھر کے سامنے والی گلی میں سے گذر رہا تھا کہ اچانک حضرت پر نظر پڑگئی، ملاقات کی اور جو مجھ سے پیش ہوسکا ہدیہ کیا، بہت خوش ہوئے، بڑی دعائیں دی اور پھر بہت جوش کے ساتھ فرمایا مولانا میرے ساتھ میرے اساتذہ کی یہ دعا ہی ہے کہ جو میں یہ دو چار حرف پڑھ لیتا ہوں، اور یہ اللہ کا کرم ہے کہ تیسیر المبتدی اور میزان سے لے کر بخاری شریف تک ہر چھوٹی بڑی کتاب پڑھانے کی توفیق ہوئی ہے، اور مزید جوش کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مخالفین نے تو سابق مہتمم کے کان بھر بھر کے میرے سبق تک میں بٹھلایا، لیکن اللہ کا کرم اساتذہ کی عنایت اور دعائیں ہمیشہ سایہ فگن رہیں، اس لئے کم سے کم وقت میں بھی زیادہ سے زیادہ پڑھایا، اللہ قبول فرمائے۔ آمین

احقر کے ساتھ خصوصی شفقت و تعلق اور بے تکلفی

اپنی فطری گوشہ نشینی کی وجہ سے عام طور پر اسفار سے گریز فرمایا کرتے تھے، حتیٰ کہ دعوتوں میں بھی بہت ہی کم جانا قبول فرمایا کرتے تھے، کئی بار ایسا ہوا کہ کئی قریبی اہل تعلق حضرات نے مدعو کرنا چاہا مگر حسب عادت انکار کر دیا، دبکورہ سے مولوی ذیشان صاحب اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسہ کے لئے برابر کئی سالوں سے کوشاں رہے، میرے پاس تشریف لائے فرمایا کہ ''مولوی ذیشان بہت ہی ضد کر رہے ہیں اب میں کیا کروں'' میں نے کہا کہ حضرت میں بھی جاؤں گا انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا ہے، آپ بہتر خیال کریں تو میرے ساتھ چلیں بہت خوش ہوئے ''کہ ضرور ضرور بہت اچھا مجھے پتا ہوتا تو میں پہلے ہی ہاں کر لیتا، آپ کے ساتھ جانے میں کوئی دقت نہیں، ورنہ بلاوجہ ہی تکلف رہتا ہے'' اور پھر تشریف بھی لے گئے، واپسی میں احقر نے 3
ڈرائیور کی جگہ تبدیل کر لی، فرمایا کہ ''یہ تو بہت اچھا ہوا یہ تو بہت ضروری کام آپ نے کر لیا، اب آپ کا گھر قریب ہو جائے گا''۔

ماتحتوں کا احترام اور حد درجہ خیال

اس سلسلہ میں یہ قطعی گوارہ نہیں کرتے تھے کہ جو لوگ ضابطہ میں ان کے ماتحت تھے انہیں کسی طرح کی تکلیف پہنچے، وہ باقاعدہ ضلع سہارنپور سے اس حلقہ کے رابطۂ مدارس کے صدر بھی تھے، اہل مدارس تصدیقات کیلئے اکثر آیا کرتے تھے اور تحریر وتصدیق کا یہ کام مولانا عبدالماجد صاحب سے لیا کرتے تھے، پہلے باقاعدہ ان سے معلوم کرتے کہ اس وقت آپ اگر خالی ہوں تو لکھ دیں، حکم کبھی نہیں فرماتے، جب کہ انہیں اپنے عہدہ کے مطابق حکم کا پورا حق حاصل تھا۔

ایک مدرسہ کے ذمہ دار ایک مرتبہ آئے اور چاہا کہ تصدیق لیں، عام طور سے

تصدیق لینے والے حضرات دوپہر میں آیا کرتے تھےلیکن یہی وقت آرام کا ہے، کبھی کبھاران آنے والوں پر بگڑ بھی جایا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ آنے والے ہمارے آرام کا بالکل خیال نہیں کرتے جبکہ ہم پڑھانے والے لوگ ہیں، آنے والے اپنے آرام سے آتے ہیں کسی طرح کی پرواہ کئے بغیر، فیض ہدایت کے ایک سابق طالب علم جو اب ایک مدرسہ کے مہتمم ہیں کسی دوسرے مدرسہ کی تصدیق کی سفارش کیلئے آئے، وہ یہ سوچتے تھے کہ میرا تو ضرور لحاظ ہوگا اور جاتے ہی تصدیق مل جائے گی مگر وہ آئے بے وقت ہی، حضرت والا اپنی عادت کے مطابق ان پر بہت زیادہ بھڑک گئے، اتفاق سے دوپہر میں وہ بخاری شریف پڑھا کر گئے تھے، وہ میرے پاس آئے منہ لٹکائے اور کہنے لگے کہ یہ ہوا ہے اب کیا کریں، میں نے کہا کہ تم جاؤ بعد میں مل کر میں لے لوں گا، احقر حاضر خدمت ہوا اور مدعا عرض کیا، کہنے لگے کہ دراصل بات یہ ہے کہ ایک تو یہ لوگ بہت زیادہ بے اصولی کرتے ہیں اور دوسری اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ میں یہ کام مولانا عبدالماجد سے لیتا ہوں، میرے کہنے سے وہ اگرچہ بے وقت بھی لکھ دیتے ہیں مگر ہیں تو وہ بھی انسان ہی، ڈیوٹی دینے والے ان کو بھی آرام چاہئے، لہٰذا میرا بھی خیال بنتا ہے کہ اپنے ماتحتوں کا خیال رکھوں، اس لئے اب آپ آئے ہیں تو آپ کے آنے سے لکھوا دیتا ہوں، اگرچہ ان کا مدرسہ میرا دیکھا ہوا نہیں مگر کوئی بات نہیں، آپ قابل اعتبار ہیں اسی بنیاد پر تصدیق دیئے دیتے ہیں، اس طرح محض میری دل جوئی کیلئے کئی مدرسوں کو تصدیق نامہ عطا فرمایا، اللہ ان کو اس کی بھرپور جزا مرحمت فرمائے۔ آمین

یہ صاحب تھے رامپور منہاران موضع چرہوں سے جناب مولانا شمشیر الحسن حسنی اور یہ تصدیق تھی جھاڑون کے مدرسہ احسن المدارس کیلئے جو مولانا عارف صاحب خانپوری (امام جامع مسجد) کے زیر نگرانی ہے۔

دل جوئی وخاطر داری

اللہ تعالیٰ نے یہ صفت بھی حضرت مرحوم کو بہت زیادہ ودیعت کی ہوئی تھی، وہ سبھی کی دل جوئی کر کے بہت خوش ہوا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اصل عبادت یہی ہے، خاص طور پر عملے سے متعلق افراد کیلئے اس کا زیادہ ہی اہتمام فرماتے تھے، مدرسہ فیض ہدایت رحیمی کے درجہ پرائمری کے استاذ جناب ماسٹر نفیس احمد صاحب نے سنایا (اتفاق سے موصوف حضرت کے پڑوسی تھے) کہ ایک روز عین دوپہر میں ایک عورت دروازہ پر کھڑی تھی پریشان حال، اس نے بتایا کہ میں سہارنپور سے ہوں، اپنے خاوند کے نشے، اس کی مار پیٹ اور اس کے کسی کام دھندہ نہ کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ پریشانی میں ہوں، آپ کی خدمت میں دعا کیلئے اور کسی تعویز کیلئے حاضر ہوئی ہوں، اس کی سن کر میں حضرت کے پاس اندر گیا اور اس کی پریشانی سنائی، آپ یہ سن کر ایک دم سے باہر آئے اور خود دوبارہ اس کی پریشانی سن کر اس کا بوجھ ہلکا کیا، وہ بہت خوش ہوئی، حضرت نے اسے دعائیں اور تسلی دی، وہ خوش خوش چلی گئی، جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ عمل حضرت والا کے مزاج کے سخت خلاف تھا، اس کے باوجود محض خاطر داریٔ نواردہ خصوصاً عملے کے فرد کی، اپنا آرام چھوڑ کر ان کا کام فرمایا، یہ محض ان کا بڑا پن تھا، انہیں ماسٹر جی (نفیس احمد صاحب) نے خود اپنا ایک ذاتی معاملہ اسی طرح کا بتایا اور یہ بھی کہا تھا کہ مجھے دوبارہ ملنا مگر افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی اور دوبارہ کی ملاقات محض تمنا ہی رہی، اللہ انہیں غریق رحمت کرے، مگر حضرت سے مل کر سکون بہت ہوا۔

خلافِ مزاج امر پر حد درجہ برداشت اور متعلقہ شخص کیساتھ حسن سلوک

وہ اس سلسلہ میں بہت زیادہ حساس اور نازک مزاج تھے، احقر کے ساتھ چونکہ

ان کے انتہائی مشفقانہ تعلقات اور معاملات تھے اور بہت زیادہ بے تکلفی بھی تھی، حالانکہ وہ ایک کوہ وقار شخصیت کے مالک تھے،لیکن وہ خلافِ عادت بھی باتوں کو سنتے اور کسی ناگواری کا اظہار نہیں کرتے۔

فرمودات وارشاداتِ ایوبی

(۱)اکثر فرمایا کرتے تھے(جوش کے ساتھ) کہ آج کے وقت میں نرے استاذ کی کوئی قیمت نہیں، حتیٰ کہ ان طلبہ میں بھی نہیں جن کیلئے بیچارہ استاذ مغز زنی کرتا ہے اور راتوں کی نیند قربان کر کے انہیں پڑھاتا ہے،مگر سب بے سود ہے کیونکہ اب طلبہ کی نظر میں انہیں اساتذہ کی وقعت ہے جو حضرت جی اور شیخ ہیں یا کم از کم اور کوئی دوسرا عہدہ رکھتے ہیں، یا بے حساب پیسہ اور شہرت، اس وجہ سے خالص استاذ کتنا ہی استعداد ولیاقت رکھتا ہو اور کیسا ہی متقی وصالح ہو، پر یہ چیز اس کے حق میں آج بہت بڑی سزا ہے، اس کا مقدر صرف گھٹنا ہے اور کڑھنا ہے، یہ میری طویل ترین تدریسی زندگی کا انتہائی تلخ تجربہ اور کڑوا سچ ہے، اس لئے کچھ چاہتے ہو تو اس مدرسی زندگی سے آگے بڑھو میری طرح ہرگز نہ رہو۔

(۲)ایک دفعہ فرمایا مجھے خوب یاد ہے کہ ایک جگہ جمع کچھ مظاہری حضرات دارالعلوم کی تقسیم کا مذاق اڑا رہے تھے، اس کے چند دنوں کے بعد ہی خود مظاہر علوم دولخت ہو گیا، میں نے ان سب کو کہا دیکھو کس طرح بیچ میں سے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں، جبکہ دارالعلوم کی ایک اینٹ بھی تقسیم نہیں ہوئی ہے، وہاں مستقل ایک دوسرا دارالعلوم وجود میں آگیا، اس کو بہت پُرجوش انداز میں جو ان کی عادت تھی (وہ کبھی کبھار خاص وجد کیف وسرور کی حالت میں ہوا کرتے تھے) اسی دیرینہ عادت کے موافق مذکورہ بات ارشاد فرمائی، میں نے کہا حضرت یہ تو بتایئے آپ یہ جو فرما رہے ہیں کہ دارالعلوم

تقسیم نہیں ہوا تو کیا دار العلوم مدرسہ ہے؟ اس پر حضرت چونکے کیونکہ تاریخ پر ان کو بصیرت حاصل تھی، خصوصاً اکابرین اور دار العلوم سے متعلق فرمایا کہ یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا، آپ نے بہت اچھی بات کی طرف میری رہنمائی فرمائی ''جزاک اللہ'' کہ چشم باز کردی

حضرت مرحوم سے متعلق فیض پور مدرسے میں آپ کے متعلق تعزیاتی پرگرام میں پڑھنے کے لئے یہ مضمون لکھا، تاہم وقت کی قلت کی وجہ سے اس کو پڑھا نہ جا سکا، اب افادۂ عام کے لئے اس کو کتاب میں شامل کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان سطروں کو حضرت اور حضرت کے متعلقین کے لئے ذریعۂ سکون بنائے، اور ہم سب کو حضرت کے نقش پر عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد فرقان غفرلہٗ
مدرس مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور

مثالی زندگی کی چند نمایاں خصوصیات

از: مولانا محمد مصروف رحیمی استاذ مدرسہ فیض ہدایت درگلزارِ رحیمی رائے پور

فروغِ شمع تو باقی رہے گی روزِ محشر تک
مگر محفل تو پَروانوں سے خالی ہوتی جارہی ہے

ربِ کائنات کا واضح اعلان ہے کہ ''ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' یہ ایک مسلمہ اصول ہے، مگر پھر بھی جانے والے کے غم میں اس کے چاہنے والے سراپا رنج وغم بن جاتے ہیں، اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ جانے والے کی شخصیت کچھ ایسی ہشت پہلو ہوتی ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے کہ جس کا پُر ہونا ناممکن نہ سہی بہرحال مشکل ضرور ہوتا ہے، پھر ایسے لوگوں کی موت پر افسوس وغم ایک فطری بات بھی ہے جن کی زندگی روشن چراغ بن کر انسانی معاشرہ کو روشن ومنور کرتی ہے اور گوشۂ انسانیت کو روشنی عطا کرکے اسے مفید اور کارآمد بناتی ہے، ایسے ہی روشن چراغوں میں سے ایک چراغ وہ بھی ہیں جنہیں ہم قاری محمد ایوب صاحب کے نام سے جانتے ہیں، لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے کسی نے کہا کہ ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

مولانا قاری محمد ایوب صاحب کی ذاتِ گرامی علم وعمل کا پیکر، اخلاص وللّٰہیت کا سراپا عنوان، یگانۂ روزگار ادیب، بے مثال مفکر، صدق وصفا کی شاندار تصویر، حق گوئی وبے باکی کی عدیم المثال اور علم ودانائی کا ایک روشن چراغ شخصیت تھی۔

حضرت قاری صاحبؒ سے بندہ کی ملاقات مدرسہ فیض ہدایت درگلزارِ رحیمی میں

غالباً امتحان ششماہی کے موقع پر ہوئی تھی اور اس حقیر کا فن تجوید کا امتحان حضرت قاری صاحب موصوف کے پاس ہی تھا۔

آپ کی خوبیاں اور کمالات

قسام ازل نے آپ کو بے شمار کمالات، امتیازات وخصوصیات اور خوبیوں سے نوازا تھا، ان کی ذات میں جو مکارم ومحاسن جمع تھے ان کا احاطہ بے حد دُشوار ہے، حضرت کی زندگی کا مشاہدہ کرنے والا ان کے تدین، تقویٰ اور خشوع وخضوع کا شاہد ہے، حقوق کی ادائیگی کا اہتمام، معاملات کی صفائی، معاشرتی زندگی کی پاکیزگی، نماز باجماعت کا بےنظیر اہتمام، دلجوئی ودلداری، حسن اخلاق اور حسن عمل حضرتؒ کی زندگی کے روشن عناوین ہیں، بقول شخصے ؎

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
ان ہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
ان ہی کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
ان ہی کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بالکل بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی
جو ہوں خلوت میں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ اُن کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

کامیاب مدرس

دارالعلوم دیوبند سے رسمی فراغت کے بعد آپ نے اپنے تدریسی سفر کا آغاز سہارنپور کے مدرسہ دارالعلوم شاہ بہلول سے کیا، وہاں پوری یکسوئی اور لگن کے ساتھ تقریباً آٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں، جن میں تشنگانِ علوم نبوت کو آپ سے مستفیض ہونے اور اپنی علمی پیاس بجھانے کا پورا موقع ملا، پھر آپ اس کے بعد سے تاحیات مشہور ومعروف دینی ادارہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور تقریباً ۴۱ رسال کا عرصہ یہاں پر گذارا، جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ سے متعلق رہیں۔

رسوخ فی العلم

آپ کے تلامذہ نے بتایا کہ آپ کا علم انتہائی گہرا مستحکم اور حضراتِ اکابرین دیوبند سے کلی ہم آہنگ تھا، آپ کا درس انتہائی عام فہم اور کتاب کو پوری طرح حل کر دینے والا ہوتا تھا، آپ کا کلام نہایت مرتب اور ترجمہ سلیس وشستہ ہوا کرتا تھا، درسگاہ کی پابندی بے مثال تھی۔

یقین کی پختگی اور نماز سے شغف

آپ کا ایمان ویقین پختہ، راسخ فی القلب، کامل اور مکمل تھا، جس کا اندازہ آپ کی نمازوں کو دیکھ کر ہوتا تھا، ان کے شاگردوں نے بتایا ہے کہ ہم نے آپ کو بہت لمبی لمبی نمازیں نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، نمازوں کی مکمل رکعات پڑھنے کے ساتھ آپ سنن ونوافل بکثرت پڑھتے تھے۔

شب بیداری

ان کے شاگردوں نے بتایا کہ ان کا شب بیداری اور تہجد کا خاص معمول تھا جو اخیر وقت تک رہا، خصوصاً طاقت وقوت کے دنوں میں اول وقت سوکر اٹھ جاتے اور

گھنٹوں تہجد اور دعاؤں میں مشغول رہتے تھے۔

ضیاعِ وقت سے احتیاط

اس کامل و مکمل دین میں وقت کی بہت زیادہ اہمیت ہے، عربی کا ایک مقولہ مشہور ہے ''الوقت ثمین من الذهب'' وقت سونے چاندی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''نعمتان مغبون فیهما کثیر من الناس الصحة والفراغ'' یعنی دو عظیم نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں (۱) تندرستی (۲) فراغت یعنی فرصت کے لمحات۔ (بخاری کتاب الرقاق: ۲/ ۹۴۹، حدیث: ۶۴۱۲)

دنیا کے کاموں میں عام طور پر لوگ ان دونوں نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں، صحت کے وقت میں خوب محنت کرتے ہیں اور فرصت کے اوقات سے خوب فائدہ حاصل کرتے ہیں، مشغولیت کے زمانہ کا خیال کر کے پہلے ہی کاموں کو نمٹاتے ہیں مگر دین کے تعلق سے اور آخرت کی تیاری کے معاملے میں الٹا ہو جاتا ہے، تندرستی اور فرصت کے زمانے کو ضائع کر دیتے ہیں، پھر جب مشغولیت کا زمانہ آتا ہے تو کف افسوس ملتے ہیں، لیکن حضرت مولانا چونکہ عامل بالسنہ تھے، اس لئے حدیث شریف کے پیش نظر ہمہ وقت کام میں لگے رہنا اور کام میں لگے ہوئے افراد سے خوش ہونا آپ کا مزاج تھا، فضول مشاغل اور بے فائدہ مصروفیات سے آپ کی زندگی بالکل پاک تھی، وقت کی قدردانی آپ کی طبیعت بن گئی تھی، آپ اپنی زندگی کے لمحات کو کسی نہ کسی کام میں گذارنا پسند فرماتے تھے۔

اخفائے حال

بقول مولانا محمد طیب صاحب (صاحبزادہ حضرت قاری صاحب موصوفؒ) اللہ

تعالیٰ نے آپ کو جو نمایاں صفات عطا فرمائی تھیں، اُن میں سب سے اہم صفت اخفائے حال تھی، آپ اپنے آپ کو بالکل مخفی اور سرد و گرم ہر طرح کے حالات کو خاموشی کے ساتھ جذبۂ صبر و شکر کا اظہار کرتے ہوئے جھیل جاتے تھے، اللہ رب العزت ہمیں بھی ان صفات کو اپنانے اور ان سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعاء

یا الٰہی بادشاہا بے نیازا — اور رحیما منعما عاجز نوازا
ہے تجھی سے میری عرضِ مختصر — کر کرم تو قاریؒ ایوبؒ پر
کر عطا تو ان کی اپنی مغفرت — دن بدن ہوں وہ رفیع المرتبت
جنت الفردوس میں ہوں وہ مکیں — جس کے اوپر ہو کوئی درجہ نہیں
8 یا الٰہی عرضِ ''رحیمی'' ہو قبول — ہو نہ جائے رائگاں اور یہ فضول
بہر حق سیدی خیر الانام — خوب ہوں اُن پر درود اور سلام

اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحبؒ کی کامل مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد مصروف رحیمی غفرلہٗ

خادم القرآن مدرسہ فیض ہدایت درگلزار رحیمی رائے پور

3